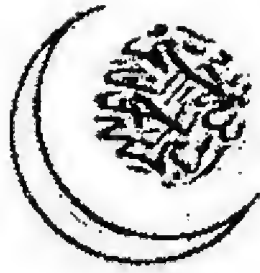


# فصوص العرفان

واقف امرار و حکمت آگاہ رموز حقیقت نہر راہ طریقت

سکثر العرفان حضرت شاہ محمد کشفی بیابانی رفا علی القادر کی رحمت اللہ علیہ



## پیش لفظ

خدا کا شکر ہے کہ چار ماہ کی مسلسل کوشش و عرق ریزی کے بعد ”فصوص العرفان“ کی اشاعت کا سامان کر رہا ہوں۔ حضرت قبلہ کا نعتیہ کلام اس سے قبل دو علامہ مجموعوں میں بد توں پہلے شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ اس اشاعت میں علاوہ ان دو مجموعوں کے تصوف سے پر کچھ نیا کلام شریک کیا گیا ہے۔ اردو شاعری کا دامن ابتداء ہی سے تصوف سے بندھا ہوا ہے۔ موفیلہ کرام نے اپنے صوفیانہ تصورات کی تبلیغ کے لئے اردو شاعری کو ذریعہ اظہار بنایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ادھر کچھ عرصہ سے سراج میں ”تصوف بزاری“ اکتیشن ہو گئی ہے اس کے اسباب جو کچھ بھی رہے ہوں آج بھی اہل ایمان اور ارباب کراہین کے لئے اقرار باللسان کے ساتھ ساتھ تصدیق بالقلب کی ضرورت اہمیت کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ میں نے حضرت قبلہ کی صوفیانہ تعلیمات کی روشنی میں ایک مختصر مقالہ عالم تصوف پر سپرد قلم کیا ہے اس مختصر تحریر کی حیثیت مبادیات تصوف کے تعارف سے زیادہ نہیں ہے۔ تاہم اس سے حضرت قبلہ کے کلام کو سمجھنے میں بڑی مدد مل سکی۔

قدیم الایام سے کائنات، انسان کی خواہشات کا مرکز بن کر اس سے اپنی پرستش کا خراج وصول کرتی رہی۔ یہ انسان جو دنیا میں خدا کا نائب لہو و جبرئیل کا کائنات سمجھا گیا۔ کبھی اپنے نفس سے مغلوب ہو کر اور کبھی دکھ درد و رنج و الم سے بے بس و ہراساں ہو کر دنیا کی ہر دلی شے کو اپنے خوف کے معیار کے مطابق اپنا نجات دہ سمجھنے لگا اور اپنی فکر و نظر کے مطابق اپنی منشا ہر کی صورت کی کسر کے انہیں مختلف دیوتاؤں کے روپ میں مقصد پر آری کا وسیلہ سمجھ کر عرصہ تک وہ اپنی کو اپنا سب کچھ سمجھا رہا۔

ایام ستہ کے لطیف اشارے سے اس حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے کہ تکوین کائنات ایک لاکھ آدم کو پیدا کر کے اپنے تیسرے قرن تک مکمل کر کے تین تیسری دور پورے کرتی ہے لیکن ابھی اس ناتمام کائنات میں صدائے کن کی بازگشت ہو چوتھے قرن کے لئے آدم صغی اشر کا انتخاب کے، "عالم شہادت" کی ترنمن کرتی ہے گویا

اس کا ہر رنگ تنزل ایک لائے ہوئے بود اس کی جہش کا محل عالم احیاء تھا  
برسوں سجاد و زیبا کش عالم کیلئے زمین پر خالق کائنات کے بہترین نگار پہنچتے  
رہے لیکن انسانیت کو حقیقی کا انتظار تھا برسوں وہ آنکھیں بچھائے خالق اکبر کا فضل  
تلاش کرتی رہی بالآخر فاران کی چوٹیوں سے مردہ جانفزابلند ہوا۔

حضرت خواجہ عبدالوہید المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاہی قادری۔

لے کائنات کے ۴ قرن نہیں تین قرن، ست جگ، تریا جگ، دویا جگ تمام ہو چکے ہیں۔ یہ  
چوتھا قرن کج جگ میں بھی ۴ لاکھ ۳۶ ہزار سال باقی ہیں، آدم صغی اشر کی پیداوار ہوئی ہے۔  
انما خلق مائۃ الف آدم۔ سے کہی آدم کے خلق کئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

زندگی "باس نو" سے آراستہ ہوگئی اور عقل استقبالِ رحمتِ عالم کیلئے انسانیت کو پہلو میں لئے کھڑی ہوگئی۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ تلاش و جستجو کے معاملے میں اپنا کوئی حریف نہیں رکھتا اور اس مرحلے میں وہ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا تا وقتیکہ اس پر دلیلِ شرع اور منکشف نہیں ہو جائے کہ اعتباراً مجرہ "اک اسکی رسائی ہو چکی ہے اصطلاح میں اسی تلاش و جستجو کے حال کا نام "علم" اور اس علم کے ادراک کا نام "معرفت" ہے۔

علم جو حقائق اشیاء سے متعلق ہے اور آدمیت کا "باس نو" ہے جس پر انسانییت اپنا سب کچھ اور زندگی اپنا عزیز ترین سرمایہ غماز کر دیتی ہے حقیقتاً حضور رسالتِ مکی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۂ حسنہ" کا نام ہے جو آپ کے وجودِ اطہر کیساتھ کائنات کے لئے عظمت و برتری کا باعث ہوا۔ یہ تحلی و تحقیقی "کا" "عربی" روپ تھا جو جمالِ احدیت کیساتھ منفرد شہرہ در جلوہ گری ہو کر ساری کائنات کیلئے وجہ امتیاز ہوا۔ عرصہ کی جہان بینی کے بعد جہالت کا تابناک سورج اپنی آخری کرنیں زمینِ آدم پر ڈالتا ہوا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے بیکھتا ہوا غروب ہو گیا۔

یہ نور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے صم کہہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ  
علم حقائق جس کا موضوع باری تعالیٰ کی ذات، صفات اور وجود کے سوا کچھ اور نہیں ہے  
کائنات کے تمام علوم و تمام مظاہر اسی علم کے دائرے میں محیط ہیں جو لاطین میں قدیم و ازلی ہے تو تئیں میں حادث ہے اسی تحقیقت کی معرفت کا نام "تصوف" ہے جہاں عارف کو تمام منازلِ عبودیت طے کرنے سے قبل باری تعالیٰ و کائنات کے ربط کا ادراک ضروری ہوتا ہے۔



دو عالم حقیقت صورت دست  
 چہ جائے نقش صورت دست  
 "وقوف نفس و عرف رب" کا معانی عقلی و حسابی نہیں کہ دو اور دو چار کی طرح طے  
 کر دیا جائے۔ غالی حقیقت نے آدم کو اسی علم کی تلاش و جستجو کے لئے بچپن و بزرگاری میں کیا ہے جہاں  
 معقنات میں سے مراتب مرتبہ و حقائق اشیا کا ادراک کر کے نفس کی شناسائی حاصل کرے۔ یہ  
 وہ مقام ہے جہاں سالک کو ہر قدم پر "قریب" اپنی حسین صورت سے مقوی کرتا رہتا ہے اور پاؤں  
 کی ایک نقش اسے اپنے مقصد سے نیلوں دور کرنے کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ یہیں بہ کمال احتیاط  
 سالک کو اس حد نہایت تک پہنچا دیتا ہے جہاں معرفت کی پہلی منزل زمین و آسمان دونوں  
 کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ

سہ اگر کمال نظر تو حد و غور سے گزر :  
 ذوق انتہام میں یہ لوری اکل رہے  
 حضرت علی اکرم لکھ رہے اپنے اشار میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔  
 و تزعم انک بحر مغیبہ و فیک انطوی العالم الاکبر  
 وانت کتاب البین الذین باعز یظهر المضمیر  
 وانت الوجود و نفس الوجود و ما فیک الوجود لا یحصر

اس حقیقت کا ادراک علماء کے ایک گروہ نے چند قسموں میں کیا ہے اور سہولت کے  
 پیش نظر اسے "علم فعلی" کے تابع کر دیا ہے جو کہ علم فعلی حقیقت اشیا سے قریبی نسبت  
 رکھتا ہے اور ساری کائنات موجودات اور مظاہر کوئیہ کو محیط ممکنات سے قریب اور حق تعالیٰ  
 کے ارادے کیساتھ قائم ہے اس لئے اس علم کو فوقیت دی گئی۔ اسی علم کو مظاہر کائنات میں شہرت

حضرت خواجہ عبد الوہید المعروف ابوبلیان سہالی شاہ دیوبالی رفاقی قادری۔

اے اگرچہ علماء کا ایک گروہ حقیقت کے علم کو "علم الفعالی" سے تعبیر کرتا ہے، جہاں خات محدودیت

سے مقدم سمجھا گیا۔ جہاں یہ اجالی طور پر کلام میں سمٹا ہوا ہے وہیں اگلا لفظ میں اپنی مکمل ہیئت  
کیساتھ جلوہ گر بھی ہے حقیقتِ اشیاء سے قریب تر ہونے کی وجہ سے ذاتِ حق تعالیٰ کا  
منظر عین بھی ہے اسی علم کے احاطہ پر مخلوق کو معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے۔

منصبِ نبوت سے ہمیشہ ہی پیغامِ کائنات کو متاثر رہا۔ **وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ**  
تم اُمّی کی عبادت کرو جو زمین و آسمان میں ہے اور اُمّی تمہارا معبود حقیقی ہے اور ہر مظلوم متین میں کوئی  
شے اس کے وجود سے خالی نہیں ہے لیکن حدیثِ شریف میں وارد ہے۔

**مَنْ يَتَعَلَّقُ بِشَيْءٍ مِنْ دُنَى اللَّهِ يَفْشِكْ**

زمین و آسمان میں کوئی شے ایسی موجود نہیں ہے جو محتال کے خیال میں عاملِ بندہ اور کوئی ایسا معبود  
سوائے الہ العالمین کے موجود نہیں ہے جو قائم بالذات ہے۔

بحثِ طلبِ امر یہ ہے کہ جب ہر شے جو بظاہر غیر ہے اگر وجودِ مطلقِ حق تعالیٰ کے تصور  
میں حائل ہو تو عجب و معبود کا رشتہ قائم کہاں رہا یہاں غالباً یہ بات بھی جائے گی کہ ذاتِ  
حق تعالیٰ ہر شے میں جاری و ساری ہے اور جہاں ہر شے ”رب والہ“ کے وجود میں محصور و محتاط  
ہو وہاں ان اشیاء و خلج کا عیدِ غیب حقیقی کی فکر و وحدانیت پر متسلط ہو جانا عینِ امرِ کن کے

ہے۔ یہ علم ناقص الادراک ہے کیونکہ علمِ ناقص الادراک حقیقتِ اشیاء کا جواب ہے اور جب تک یہ پردہ مقفول  
میں حائل رہے گا کمالِ مراتب سے دوری قائم رہے گی! ہمیں کوئی شک نہیں کہ علمِ الغدائی، علمِ غفل  
سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور نہ حقیقتاً اس سے الگ ہے جس طرح وحدت اللہ و وحدت الشہود  
ایک دوسرے سے الگ نہیں فی الحقیقت علمِ الغدائی، مراتبِ نزولی سے متعلق ہے اور علمِ غفلی مراتبِ  
عروجی سے اس لئے اعلیٰ ظاہر میں کوئی تقسیم نہیں کی جاسکتی۔

اس وضاحت کے لئے یہ بات کافی ہوگی کہ جو حقیقی اپنا کوئی غیر نہیں رکھتا۔ اور یہ  
 جو موجودات و مظاہر ہیں ان کی اصلیت و حقیقت سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ خارج  
 میں "غیریت اعتباری" قائم ہے اور یہ اعتبارات موقوف ہیں اقصائے اشیاء پر۔ لہذا جو  
 حقیقی اپنا کوئی حقیقی متساوی و اقتضائی نہیں رکھتا۔ البتہ عالم اور معلوم دونوں قدیم ہیں اس  
 طرح ذات حق تعالیٰ بالذات قدیم اور اس کا معلوم بھی بالعرض قدیم ہے۔ جو حقیقی کا غیر سوائے  
 عدم محض کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور عدم محض کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بعد الف ثانی اپنے مکتوب ۵  
 جلد سوم میں لکھا ہے۔ "وجود ذات کا واجب ہے عالم کا جو خارج میں نہیں (اور ممکنات مخلوق فی الوجود)  
 مظاہر عالم و کثرت اشیاء میں سوائے وجود مطلق کے اور کوئی شے فی الوجود نہیں ہے۔ اور  
 کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی مطلقیت میں کوئی غیر حق تعالیٰ کا شریک و سہم نہیں ہے۔ لہذا  
 ثابت ہوا کہ وجود غیر نہیں ہے اور یہاں جو کچھ کہ قبضہ ادراک میں ہے تعینات احق تعالیٰ  
 ہیں پھر بھی یہ سوال مزید وضاحت چاہتا ہے کہ جب حق تعالیٰ کے سوا کوئی غیر عالم امکان  
 میں موجود نہیں ہے تو پھر "مظاہر امکانی" کی عبادت شرک و ظلم کیوں سمجھی گئی۔ غور کرنے  
 سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ تمام مظاہر کیساتھ حق تعالیٰ کی تعینت ذاتی ہے مگر جو  
 یہ تعینت خود حق تعالیٰ کا ایک حکم ہے جو بڑے قریبہ میں اہل تجلی کیساتھ موجود ہے لیکن  
 چونکہ ہر تجلی وجود کی صورت قبول کرنے سے قبل "اہم عباد" کا جامہ پہن لیتی ہے اس لئے اس  
 تجلی کی صورت ظاہر میں صورت قائم ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہوگی کہ حق تعالیٰ فی نفسہ  
 کسی تغیر و تبدل کو قبول نہیں فرماتا لہذا تمام مظاہر البتہ کل یوم ہوتی شان کے مطابق تغیرات  
 کیساتھ قائم اور فی الحقیقت "تجلی عباد" کی اشکال مختلفہ ہیں جو ہر وقت متغیر اور مصنوع ہوتی رہتی  
 ہیں۔ چونکہ ساری کائنات بجا و تعین اسما و صفات حق کی غیر ہے اس لئے یہ غیریت



”معیت غیر حقیقی“ ہے اور اس عبارت سے یہ ”بھی“ قرار پاتی ہے یہی وجہ ہے کہ شارح نے ان مظاہر کی پرستش و عبادت کو ظلم و شرک قرار دیا ہے

سُكَّمَا فِي الْكُونِ دِيْنُهُمْ اَوْ خِيَالٌ اَوْ عُلُوسٌ فِي الْاِرْيَا اَوْ طِلْسَالٌ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے درس توحید کے لئے دنیا سے انسانیت کو ان الفاظ سے مخاطب فرمایا: اَعُوْذُ اَنْ اَقَاتِلَ الْاِلٰهَ اَوْ اَتَقَاتِلَ الْاِلٰهَ اَوْ اَتَعْبُدَ الْاِلٰهَ اَوْ اَتَعْبُدَ الْاِلٰهَ اور توحید کی کھلی دعوت کو طیبہ سے دی اسی کلمہ میں ”علم غسلی“ اپنی ہیئت اجتماعی کیساتھ مظاہر کو نبی کا احاطہ کرتا ہوا قاطع الاستلزام ہے جہاں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں، کا مفہوم یہی سمجھئے ہوئے نہ تھا بلکہ وہاں اللہ کے سوا نہ معبود ہے نہ مقصود ہے نہ موجود ہے کے معانی بھی پوشیدہ تھے۔

الاکل شئ یا خلا اللہ یا مل کل نعیم لا محالہ تنوئل!

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر زمانے میں توحید کے پیچیدہ اظہار کی بدولت دنیا شرک و ظلم کی طرف متوجہ ہوتی رہی اور یہ اظہار توحید کی دعوت کے الفاظ ”اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ الْاِغْوَاءِ“ میں ہوتا رہا۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو ”الایغیر“ کی پرستش و عبادت سے منع فرمایا اور ہدایت کی کہ ”مظاہر و تعینات کائنات میں تم جو گمان کرتے ہو کہ یہ ”لا“ ہے، ”راہل“ ان مظاہر تعینات کا ضمن ذات واحد ہے اس لئے ان مظاہر کی پرستش کو تصور کر ”عین مظاہر کی عبادت کرو و لغات اللہ میں حضرت شیخ علاؤ الدین غمانی نے فرمایا ہے۔“

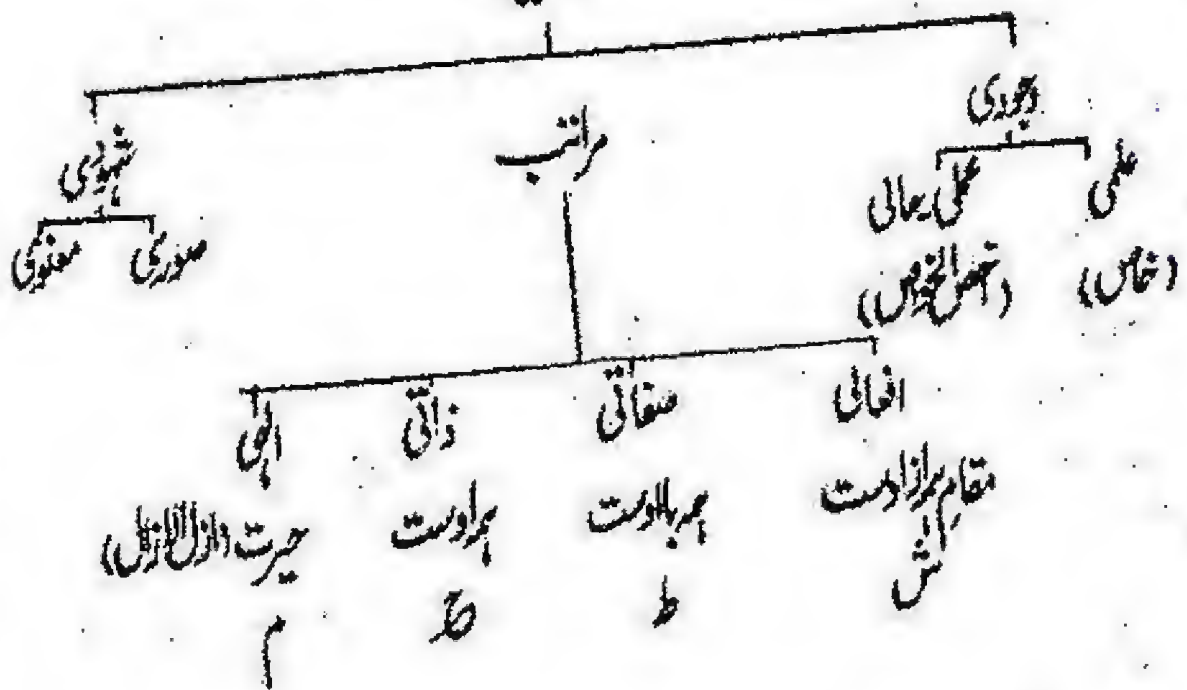
”دنیا میں انبیاء اسی لئے پیدا کئے گئے کہ وہ انسان میں الہی نظر پیدا کرے کہ انسان اپنے نقص اور حق کے کمال سے واقف ہو جائے۔“



گو یا ان اپنے سوز و غم کے محتاج اور اس کی عبارت سے اپنے نفس پر جاتا ہے لیکن خدا کے کمال کا ادراک کرنے کے لئے اسے توحید کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ توحید سے متعلق اہل معرفت و علماء کے مختلف بلکہ کئی متضاد یا بظاہر متضاد اقوال مل جاتے ہیں یہاں ان آراء و اقوال سے بحث نہیں اس ضمن میں صرف اسی قدر اس سب پر اظہار خیال مقصود ہے جس سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ ہو جائے۔

محتاج کشف توحید نے توحید کی دو اہم قسموں پر اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے اور ان کے لئے توحیدِ دہودی اور توحیدِ شہودی کی الگ خصوصیتیں متعین کیں یہ دولت کے پیش نظر ذیل میں ایک نقشہ دیا جاتا ہے۔

### توحید



• توحیدِ دہودی علمی توحید کی وہ منزل ہے جہاں سوائے وجود حق تعالیٰ کے کسی دوسری شے کو موجود نہ کہنا بلکہ اس طرف اشارہ کرنا تک شرک و کفر کے مترادف ہے اس لئے اس توحید کا ادراک سوائے حقیقی کی معیت کے کسی اور ذریعہ سے ناممکن ہے اسی توحید کے بارے میں حضرت ابو بکر شہیدیؓ نے فرمایا ہے۔

”توحید سے جو عبارت میں جواب دے وہ ٹھیک ہے جو کوئی اس پر اشارہ کرے“

وہ شہزادہ ہے جو اس پر ایمان رکھے وہ بت پرست ہے اور جو اس کو  
گنگو کرے وہ فانی ہے جو خاموش ہے وہ جاہل ہے۔

چونکہ اعتبارات توحید عقیدہ میں اور یہی صورت میں ثابت نہیں کئے جاسکتے اس لئے انکی حیثیت بھی متین  
کونا قرار ہے۔ اول الذکر توحید توحیدی، ایمان ثابتہ کیساتھ قائم اور حقیقی اس کے صفات کیساتھ شامل ہے  
اس وجہ سے خلق کو اس توحید کا ادراک بالواسطہ علم سے ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ عملی طور پر حقیقی اس کے  
ذات و صفات اور اس کے ادراک و مشاہدے کا نام ہے اس لئے اس عمل کا نام مہلح میں "عبادت"  
قرار پاتا ہے اس عمل کو خاص بندگی کے دائرے میں مکمل ہونا چاہیئے وہ یہ عمل بھی "فساد فی التوحید"  
سمجھا جائے گا۔

• توحید شہودی عقائد و ایمانیات کے علم سے قریب ہے اور عقیدہ کی بنیاد حق تعالیٰ خالق ہے  
اور تمام اشیاء اس کی مخلوق، اس عقیدے سے روگردانی کفر ہے۔ چونکہ مراتب توحیدی سے ترتیب  
ستہ کا ادراک کیا جاتا ہے اس لئے توحید شہودی کو مراتب توحیدی پہلی منزل قرار دیکر مقام  
حیرت، ایمان ثابتہ کا سراغ لگایا گیا۔

• توحید دلپز اقسام سے الگ، دم و گمان و خیال سے نہیں پہچانی جاسکتی بلکہ یہ  
تمام حادثات میں، چونکہ ہر شے حادث کو فانی ہے اس لئے ذہن الہی توحید کے ادراک سے  
عاجز اور ذات محتمل ہے تمام کشف توحید سے پاک منزہ ہے۔

توضیح  
جس وقت باری تعالیٰ نے آئمہ اہدیت میں اپنے اسماء و صفات کا پرکار کیا  
کیا اور محبت الہیہ میں عشق کی چادر اور حلی تو اس کے اسماء کا دل کا روپ  
دھار لیا تصویق حق تعالیٰ کی اس ادا کو شہود سے تعبیر کرتا ہے اس لئے کہ حقیقی بار بارہ

تشریف و بقا ضائع عشق و محبت فالت کے یہاں خود عاشق ٹھہر اور آئین میں اسکی مستوقتیت  
قائم ہو گئی لہذا ہر شے ظاہر اس کا مشہود ٹھہری اور وہ خود اپنا اک مشہود ہوا ہے  
وَلَمَّا فَصَّيْهِ اُكُوْنًا ۖ وَاعْتَمَدْنَا وَادَانًا

گویا اس طرح انسان کامل کا عشق اپنے وجود سے انانیت کو خراج کر دینے اور منزل "ہام ہوت" میں  
قیام کرنے سے مکمل ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اسے محویت ذاتِ حائل ہوتی ہے  
اور اس کا عشق دونوں قوسوں کا سہارا لے کر دوبارہ اپنی انانیت کی تکمیل کرتا ہے۔ یہی  
دو قوسیں مستحق و معبود سے عبارت ہیں جہاں ایک میں الٰہی سے ادنیٰ اور دوسری میں ادنیٰ  
سے الٰہی کی طرف سفر ہوتا ہے انہیں قوسِ عروجی و قوسِ نزولی بھی کہا جاتا ہے جو ایک دوسرے  
سے میل کر کے دائرہ عشق کی تکمیل کرتے ہیں یہاں

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گزرق مراتب نہ کنی زند لقی

اس منزلی حق تعالیٰ فقط ہو سے اپنا سفر شروع کر کے منزلِ اول یعنی مقامِ احدیت پر قیام  
فرماتا ہے یہاں اسکی ذات منقطع الاشارہ اور مخلوق کے فہم و ادراک سے بلا ہے اسی لئے  
اسے مقامِ حیرت کہا گیا ہے معذور سرور کائنات صلعم نے اسی مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔  
ما عرفناک حق معرفتک

سفرِ حق کی دوسری منزل مقامِ وحدت ہے جہاں حقیقی زائے الٰہی و اسماءِ الٰہی  
کیساتھ اپنی ذات کا مشاہدہ فرمایا یہ منزل حبیبی و ذاتی سے معذور ہو کر وجود کا آئینہ بن گئی ہے  
جہاں کثرت عین وحدت ہو کر مخلوق کا واسطہ بنی اسی مقام کی نسبت حضرت ابن عربیؒ کا ارشاد ہے  
وَلَوْ كُنَّا وَكُلُّ لَآكُنَّا لَمَّا كَانَ الَّذِي كَانَ

تیسری منزل مقامِ احدیت ہے جہاں کثرت فی العلم ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں

کائنات اور خالق کائنات ایک دوسرے سے وصل کر کے عالم امکان کی تکمیل کرتے ہیں ارشاد رسالت  
 ہے۔ لا تَبْتَغُوا الدُّهْرَ فَإِنَّ الدُّهْرَ مُوَلَّاهٌ۔ یہاں اعتبارات و لطیفات علمی "اعوان ثابتہ" کا نام پاتی  
 ہے اور تصدیق علمی مکمل ہو جاتی ہو کر توحید علمی سے مربوط ہو جاتی ہے لہذا کہہ رہے ہیں

دو عالم چھت نفی صورت و صورت چہاں نقش صورت بلکہ خود است

معنی عبد کی پہلی منزل و وجہ ذہن سے عبارت ہے، جہاں انسان اپنی فاعلیت کو

ہر شے سے آگے بند کر لیتا ہے۔ یہاں اس کا ہر عمل قابل محاسبہ ہے اور یہاں اپنے اظہار میں

حکیم و عادت و صوفی تمام مست ظہور کسے غیر کہ عقلی ہے عین مستوری

اور دوسری منزل میں صفات الہیہ سے مصطف ہو کر لوہا طہالت عالم مثال الیق کرنا

ہے جہاں جمال و کمال، سبب ظہور، صورت روح بن کر عین کے عمل پر مجاہدات میں

یہاں انسان کو اپنی ذات سے واقفیت نہیں ہوتی اور تکمیل روح کی ناقص صورت میں مقیم ہوتا ہے

بے شکل و بی شکل اورست عالم بے شبہ و شبہ اورست آدم

تیسری منزل میں انسان کامل و جوہر حقیقی سے اپنا رابطہ پیدا کر کے قوس نزول کی

تکمیل کرتا ہے یہاں وہ ایک طرف خدا اور دوسری طرف بشری صفات کا پرتو بن کر خالق

و مخلوق کے درمیان واسطہ ہو جاتا ہے۔ یہاں اسے خود شناسی کے رموز خدا شناسی سے قریب

کر دیتے ہیں اور اسی سے من عرف نفہ فقد عرف ربہ کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ مرتبہ جامعیت

کیساتھ عجب حقیقی اپنی ہستی میں ہستی ذات حق تعالیٰ کا مشاہدہ اور اپنی صفت میں صفت حق تعالیٰ

کا پرتو پاتا ہے۔ یہاں اس کا نفس جامع اور اق عالم اور اسکی ذات کتاب امر کا مرتبہ پاتی ہے

تقدیر بیک ناکہ نشانیہ دو محمل

لیلاے حدوش تو و سلماء قدم را



# چند اصطلاحات

سے موجود ہوں۔

اعتبارات : وجود، علم، نور، شہود، ظہور  
اقامت : غلبہ، عشق

امید : تجلی، شہی

انا : مرتبہ وحدت

اول : ظہور ذات بلا صورت صفات

با : وجود ذات خالص

بادہ : محبت و عشق الہی

بادہ فروش : پیر کامل

باطل : ماسویٰ اللہ

بت : مقصود و مطلوب حقیقی

بکد و بختانہ : بطن عارف کامل

برنج : عالم مثال (انسان کامل)

برق : نور ذات

بقا : مقام عرفان

بوسہ : جذبہ باطن

بصیرت : قوت تہسمہ

بالیق کلوب : توجہ

تجلی : باطن حقین

الف : ذات احدیت  
ابد : جس کی انتہا نہیں، حقیقت الٰہی

ابرو : کلام والہامی، صفت جمال

اتحاد : سالک ذات حق تعالیٰ میں غرق ہونا

اتصال : وہ رشتہ جس سے عہد کا وجود قائم ہے

احدیت : ذات حق تعالیٰ

آئینہ تجلی : آدم حقیقی، حقیقت محمدی

احسان : عہد کا عبودیت و مشاہدہ رب کے ساتھ

ثابت ہونا : توجہ الی اللہ

آخر : ظہور ذات، قصورات صفات

ارادہ : ذات کا اشیاء خارجہ سے متعلق ہونا

ازل : صفت حق تعالیٰ

ازل الاول : مرتبہ ذات بلا صفات

آزاد : قیودات بشری و اسباب خارجی

سے بے نیاز ہونا

اساتذہ الٰہی : اساتذہ جن کا اطلاق

غیر پر موقوف نہیں۔

ایمان : مطہرات و صفات پر وجود حق تعالیٰ

خفوت : محاذیہ بعد	خوری کی لکھی کر کے حق تعالیٰ کی خوری
خلیفہ : انسان کامل	میں گم ہونا
خیال : تعین اولیٰ وحدت	میں : اپنی ذات کو مانا
دلائل ثباتہ : فنا فی الشیخ فنا فی الرسول فنا فی اللہ	حقیق : حقایق اشیاء کا علم
دم : حرکت ذات	شبیب : مظاہر میں ذات حق کا ظہور
ذات : وجود	مفرق : حق تعالیٰ کو نہ دیکھنا
ذات بحت : واجب الوجود	منسجم : حق تعالیٰ کو حمد عیوب و نقصانات
زلف : تجلی جلالی	امکانیہ سے پاک جاننا
زمار : علامت کبریٰ عالم وحدت حقیقت مجیدی	نور : خدا کی ذات کو موجود اور خود کو نابود
ساقی : واسطہ الازاریعی	جہاں : طالب کاذب
ساغر : شاہد الازاریعی	جبروت : مقام نزول
سجود القلب : فنا فی المشاہد حق	عذیر : وہ قدرت جو بعد کو ہے قریب کی ہے
سیاہی : تجلی اھو	جلال : تجلی قہر
شعشعہ : ذات خالص	جمال : الہام غیبی
صفت : ظہور ذات حق تعالیٰ	چشم : صفت جمال
صوت سریر : عداۓ ذات	حائل المر : عالم ارواح
صنم : حقیقت روحی	حبیب : علم حق
عارف الوجود : اعیان ثابتہ	سکت : حقایق الہی کا ادراک
عبد : تعین اولیٰ مخلوق اول	خال : تجلی جلالی

عبادت : نسبتِ صحیح  
عشق : حقیقتِ محمدری  
عین : محویت و فنایتِ ذلت  
فقر : گم کرده نمودی  
فیض : جذبه باطن  
قاب قوسین : مقام وحدت  
لاہوت : مقام محویت - عالم ذات

مبدأ : ذاتِ حقیقہ الٰہی  
محبت : کششِ حسنِ ازل  
محادثہ : ہمکلام ہونا  
ممکن الوجود : وجودِ مثالی  
موجود : ذاتِ باری تعالیٰ  
بار : تجلیِ صفت  
یقین : رویتِ اعیان بعینہ ایمان

حضرت خواجہ محمد اویسی اعرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

این کتاب از  
 قلم استاد  
 میرزا حسن  
 میرزا حسن  
 میرزا حسن  
 میرزا حسن

ہے وہی منزل مقصود دید  
 گر عبارت ہو واں اشارت بھی  
 اپنی ہر شرف کا اک عنوان  
 دل وہ ہے جہاں نہ خوف و جا  
 کیفیت عشق، حسن، شان و جود  
 دور کر کے حجاب غیریت  
 ہے وہی عین جو ہو عین بہ عین  
 ہے پے جو بھی حد و اخد سے  
 نہ اشارہ جہاں نہ گفت و شنید  
 پھر ہے توحید سے یہ بات بعید  
 یہ ہر آمد لغت کی ہے تجرید  
 ہجروہ ہے جہاں نہ یاس و امید  
 مختصر ہے یہ کثرت تجرید  
 دیکھو پھر کون ہے قریب و بعید  
 ہے وہی دید جو ہے دید و نہ دید  
 بالیقین اسکی ہو گئی توحید  
 جس کا حال، حال ہو کشفی  
 اس کو ہر شب برات، ہر دن عید

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سہانی شاہ بابائی رفاہی قادری۔

صورت کثرت ہے یہ میرا نمود ۲ صرف میری ذات ہے اک بہت نمود  
 میری سستی کو نہ جالو تم عدم  
 میں ہوں اک وجہ مسلم یقین  
 میرے ہی سب نام ہیں بے نام ہوں  
 صورت کثرت ہے یہ میرا نمود ۲ صرف میری ذات ہے اک بہت نمود  
 میں ہوں اک وجہ مسلم یقین  
 میرے ہی سب نام ہیں بے نام ہوں



اہل میں کشتی یہ سب سے بے بود ہیں  
جو نظر آتے ہیں یہ نام و نمود

زمانے سے ہوں میں مجھ سے زمانہ ۳ کہ جیسے موج و دریا ہے گمانہ  
عدم میں ملک سستی سے ہوں آیا مجھے منظور بحث جلو دکھانا  
مرا خلوت کدہ ہر ایک میں ہے ہر اک دیدہ مراد یوان خسانہ  
صفت اور ذات کہ میں جو کرتے وہ حسن و عشق کا ہے اک فسانہ  
ہے دیدار خسرا دیدار آدم کسی نے کج ملک اٹھانہ جانا  
کچھ ایسا مجھ میں وہ گھل مل گیا ہے زبان پر اس کے گن اس کا ترانہ  
چھپا ہے اور نہ کشتی سے چھپے گا  
یہ چھپ چھپ کر تہہ را آنا جانا

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاہی قادری۔

وہی حق میں ہے عارف ہے سیاتا ۴ جو آدم اور دم کو خوب جانا  
یہ ہے کیوں مائی بے آجب تو پانی میں ہے پانی کو نہ جانا  
جو میں امواج بحر ہست خست کے وہ شان مہیت میں جاویدانہ  
نہ کوئی غیب میرا میں کسی کا زمانے میں ہوں جو میں ہونی تانہ  
وہ کب جانے گا پچانے گا مجھ کو جو کوئی آپ اپنے کو نہ جانا  
اسی کو خلوت و جلوت ہے حال جسے ہو یاد خود کو بھول جانا  
ظہور خلق ہے میرا خفیل ہے کشتی شان میری جہانہ

خودی سے ہوں اپنے ہر دم خدائے مجھ کو وصلت سے  
 لبشر ہوں دیکھنے میں اس کی میری ایک صورت ہے  
 یہ دم کی آدھ و شذ زندگی ہے اور رعلت ہے  
 قیام دم جسے کہتے ہیں وہ روز قیامت ہے  
 مقدم ہے یہ مذکور سے مالوس ہو پہلے  
 گو کر کھپ کر ہر دم اس کا وہ عین عبادت ہے  
 اٹھا پر وہ عبودیت کا جلوہ دیکھ کر کھپ کر اُس کا  
 وہ اپنی آپ کثرت سے وہ اپنی آپ وحدت ہے  
 جو غیر حق ہو مشغولی ہے وہ عین گرفتاری  
 جو بے باطن ہو استغراق وہ غیب عبادت ہے  
 تکلم بر طوفان کھولیں پہرے سے دید کا عالم  
 ہوں اپنا آپ میں ہم تخلیہ خلوت ہی خلوت ہے  
 مراد فن ہی کہ ہے وہ مسجود ملائک ہوں ،  
 وہی حج میرے قالب کی جو تربیت کی زیارت ہے  
 جمال یار ہو کر دیکھیں خطرات دھول سے  
 نظر آئے گی پھر کثرت میں تجھ کو جو حقیقت ہے  
 بے دل غرض بریں اور جسم خالی لامکاں کشتی  
 نظر آنکھوں میں غیب "ہویت" میری سکونت ہے

بالنگ کچھ اور کہہ سالتے ہیں ہم ۶  
 گویا ہر چہ میں لیکن چہ نہیں  
 حوت ہوتے ہیں تو ہم بچتے نہیں  
 ہنشیں جس دل تیش کے ہو گئے  
 اسی طرح ہو جاتے ہیں خودی  
 گھٹگو ان کی ہے اور ان کی صدا  
 ظاہر انساں نظر آتے ہیں ہم  
 یاد ہے سچی وہ ہو جاتے ہیں ہم  
 اس طرح کچھ انہیں کہ جاتے ہیں ہم  
 ہر گھڑی ہر دم سے پالتے ہیں ہم  
 آئے جب آپ ہو جاتے ہیں ہم  
 انکو ہر اک روپ میں پالتے ہیں ہم  
 غیریت کیا؟ اک خیال خام ہے  
 صورت کشتی نکلے گئے ہیں ہم

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان رحمانی شاہ بیانی رفاہی قادری۔

ظاہر و باطن نہ اپنا اول و آخر الگ ۵  
 ہم سے ہم مصروف ہیں آٹھوں پہر ہم تخلیہ!  
 ہے شعور کثرت اظہار کا اپنے کمال  
 سب قریبات ہم ہیں اپنے یہ بود و نمود  
 ہم خود اپنی غیریت سے کھیلے ہیں رات دن  
 یہ فتنہ کا اور یہ اپنی بخت کا راز ہے  
 زندگی اور موت کے جھگڑوں سے ہم ہیں بی نیاز  
 وہم ہے جو ہم نظر آتے ہیں یوں اکثر الگ  
 ہم نہ اپنے سے الگ گھیر میں ہم باہر الگ  
 اپنی صورت میں نظر آتے ہیں ہم اکثر الگ  
 نہ نہیں سکتے ہم اپنے آپ سے دم بھر الگ  
 کیا ہمارے نام کے چرچے نہیں گھر گھر الگ  
 نقش آبی ٹوٹتے ہیں جیسے بن بکر الگ  
 خیر و شر سے ہم الگ ہیں ہم سے خیر و شر الگ

پستِ خالی کو کب سمجھا کسی نے آج تک  
ہو نہیں سکتے ہیں کشفِ خالق و منظرِ الگ

صورتِ نمائے یار ہوں وہ آئینہ ہو نہیں ۶ وہ مجھ میں جلوہ گر ہے اسے دیکھنا ہو نہیں  
اک مشکلِ انقلاب ہوں مصروفِ جزر و مد موجِ ہوا سا پانی یہ اک بلبلا ہو نہیں  
اپنی انانیت سے ہوں میں اپنے روی بندہ ہوں میں نہ اور کسی کا خدا ہو نہیں  
ہر رنگ اک عروج ہے میرے نزول کا ہونے ہے ہر حال مجھے ہو رہا ہوں میں  
ان کو نہ دیکھنا بھی سراسر قصور ہے آداب کے خلاصے گر دیکھتا ہو نہیں  
سجودیت میری ہے لزومِ ربوبیت اک ذمہ دارِ بارِ گراں ہو گیا ہو نہیں  
یہ مختصر سی ہے میری روداد و کیفیت  
کشفی! مزاجِ ہستی کا اک واقعہ ہوں میں

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابوبیان سہانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

خلاصائے ازل ہے ہستی رفعتِ نشاں میری ۷ جو لائیکل، اہم کلمہ ہے داستاں میری  
فرشتے رہ گئے انگشتِ بدنِ اداں اک تھیر میں وہ انساں ہوں رسائی پاؤں کا مکاں میری  
روزِ نسخہ حوتِ حقیقی کی عبارت ہوں، میں وہ مسجود ہوں کہ تو بیاں سچ خواں میری  
میری تخلیق کا باعث کسی کی جلوہ سپاری یہ دو جلوں میں کتنی مختصر ہے داستاں میری  
بیاں کیا ہو میرا رنگ مزاجِ سخنِ خاموشی بعد ذوقِ تکلمِ حومِ لیلیٰ ہے زباں میری  
کہوں مجھ آشنائے دید کی کیا تشنہ کا مانی میرا ہر ایک حرفِ آرزو ہے داستاں میری  
خمشیں سے مرادِ ذوقِ گویائی ابھرتا ہے تو بن جاتی ہے منہ میں فطرتِ یزدانیں میری



وہ رہد ہوں گزر جاتا ہوں ہر اک اپنی منزل سے  
کبھی آنکھوں میں دم ہے اور لبوں پر کبھی نصیحت  
حوادث، شرک و بدعت کے، پھیلے خیر اور شر کے  
یقیناً یہ میرا ہونا ہونے کے مماثل ہے  
میری آنکھوں سے غیر ریت کے جب اٹھتا ہوں  
اگر کھل جاؤں میں کشتی کسی کاراز کھل جائے  
نہ منہ کھلاؤ بہتر ہے جو ساکت ہے زباں میری

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

لباس اپنا بدلتے ہیں ہم مدام نیا  
نئے ہیں روپ، نئے دن ہیں منت نئے انداز  
نہ گفتگو میری ظاہر ہے اور نہ در پردہ  
نئی انگ، نیا شوق، ہر نیا جذبہ  
نیا سفر ہے نیا راستہ، نئی منزل  
انوکھا ساتی ہے پر کیف مئے نزلے منت  
یہ کیا بلا کا سبک دہ ہے میرا قصد  
یہ مختصر سا پتہ میرا سخن اُزب، ہے  
وہ راہرو ہوں جو آپ اپنا ہمسفر ہوں میں  
نئی مثال، نیا روپ اپنا کام نیا  
نیا خدا ہے خدائی کا اہتمام نیا  
طریق و طرز، تکلم میرا سلام نیا  
رموز عشق ہے میرا ہر ایک گام نیا  
نئی ہے صبح، نئی شام ہے قیام نیا  
نیا سو ہے صراحی نئی ہے جام نیا  
جو دم بدم مجھے پہنچا رہا پیام نیا  
جو ہر نفس یہ میرا ہمد، سلام نیا  
نہ کارواں، کہیں منزل، میرا مقام نیا  
قدیم وہ ہیں تو کشتی نئے، یہ ممکن ہے؟  
جو ہر کتاب ہو آقا کے وہ سلام نیا!

نہ کسی کی گفتگو میں نہ کسی کی میں زباں میں ۹ کیا بیاں میرا بیاں ہو وہ بیانِ لایاں ہوں  
 میرا نام رکھ دیئے ہیں جو میں نام رکھنے والے یہ خبر نہیں کسی کو کہ میں کون ہوں کہاں ہوں  
 مجھے ڈھونڈنا ہے میرا جو بے شے نہ مکان کے ہوں باہر نہ میں داخل مکان ہوں  
 یہ میری ہے شانِ وحدت میرا رنگ ہے پتھر جو روزِ خود نمائی کا میری میں راز داں ہوں  
 نہ تعینِ ازل ہے نہ ابد کی قید مجھ کو نہ تعینِ حد و اخذ میں وہ مجھ سے کہاں ہوں  
 یہ وجود اور عدم کے ہیں اک اعتباری ٹکڑے میں نگاہِ دیدہ و دید میں نہ نہاں میں عیاں ہوں  
 نہ کوئی ہے غیر کشتی نہ میں غیر ہوں کسی کا  
 یہ سمجھ ہے اپنی اپنی جو شمار میں و اں ہوں

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان جہانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

صبا پر احمد ہوں عرشِ مہل پر میں احمد ہوں! ۱۰ ولی تحتِ شریٰ محمود، فی الارض مجھ ہوں  
 ازل کی قید ہے مجھ کو نہ پابندِ ابد ہوں محیطِ شمس جہت ہوں طو ورائے حد و اخذ ہوں  
 یگانہ میں کسی کا ہوں کسی سے میں نہ بیگانہ میں اپنے روپ اپنے رنگ میں ایسا مفرد ہوں  
 الوہیتِ حری برتر، عبودیتِ مری یکتا بیاں کیا وصف ہے میرا میں نورِ مجرد ہوں  
 نہ میرا راز سب سے کسی پر کھل سکا کشتی!  
 جو سارے نکتہ داں حیران ہیں وہ قفلِ ایچ ہوں

پر نورِ مصطفیٰ، ہوں میں ۱۱ یا کہوں بندہ خدا ہوں میں  
 اسی میں پھنسا ہوا ہوں میں خیر و شر میں جو مبتلا ہوں میں  
 ذاتِ وہ اور میں صفتِ اُن کی راز، وہ راز آسنا ہوں میں



بات اتنی ہے یہ حقیقت ہے وہ مرے، اُن کا دُعا ہوں میں  
 صرف دل دادہ محبت ہوں اک طل درو آشنا ہوں میں  
 ہے یہ تو مہینِ بندگی کشفی !  
 کہے بندہ اگر "خدا ہوں میں"

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

جو خودی سے خدا ہوں میں ۱۲ اپنی صورت میں آپ سا ہوں میں  
 نہ یہاں کوئی اور وہاں کوئی ! ان تقیدات سے جدا ہوں میں  
 کیفیتِ عشق، حسن، شانِ عجز کیوں کہوں گا جب جدا ہوں میں  
 نہ نشاں ہے نہ بے نشاں ہوں میں نہ پتہ ہے نہ لاپتہ ہوں میں  
 بندگی صرف میری عبدیت مثل سورج شعلہ نما ہوں میں  
 نہ قدم ہوں نہ اور میں حادث ہوں بہر حال ہو رہا ہوں میں  
 میں نہ اول ہوں اور نہ آخر ہوں ہوں نہ باطن نہ ظاہر ہوں میں  
 لا شریک نہ رنگ میں کشفی !  
 بلوہ حق ہوں حق ہوں ہوں

المانت دابرِ عرفان خودی ہوں ۱۳ میں ذمہ دارِ گنجِ سرمدی ہوں  
 فد و جبہ تزئینِ مکمل مگر اک اعتبارِ عارضی ہوں  
 کہ جیسے آبِ پرکِ نقشِ آبی یہ کیفیت ہے امتدادِ دولی ہوں  
 نزولِ پر تو حسنِ محشر دبا میں با عظمت مدبرِ آدمی ہوں

یہ الطافِ ربوبیت ہے کشفی !  
اک سفل اور وقتِ بندگی ہوں

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

صلوات و موم اور تکبیر ہے تعمیرِ میخانہ ۱۲ یہ سطوتِ ایہ بلندی اور یہ تقدیرِ میخانہ  
اثرِ دل پر کچھ الپ کر گئی تاشِ میخانہ جہرِ دیکھوں ادھر ہے نقشہ تعمیرِ میخانہ  
فضائے دہر پر چھائی ہے کیا تنویرِ میخانہ بنائے ذہنِ عاقل عالم تصویرِ میخانہ  
گاکر آنکھ سے زنجیرِ در کو چوم لیتیں جھکاتے ہیں مسکیش سر پہے تو قیرِ میخانہ  
ادھر ہوتے ہی ساقی کا جورِ اذنِ دورے کوئی پئے تشہیرِ خود ہلنے لگی زنجیرِ میخانہ  
شریکِ دورِ ساقی، باسبوشِ حرم بھی ہے ملی ہے عرش کی زنجیر سے زنجیرِ میخانہ  
سہ منبر جو کی تحفہ منے واعظ نے کچھ ایسی درد دیوارِ مسجد بن گئے تصویرِ میخانہ  
یہ رنگِ زہد ہے حال ہے اپنی عبادت کا جو جھک جاتے ہیں رکھ کر سامنے تصویرِ میخانہ  
بالآخر حال یہ اپنا ہوا ساقی پرستی میں سرِ پا صورتِ ساقی ہیں، دل تصویرِ میخانہ  
قدمِ لغزیدہ لغزیدہ، خارِ آلودہ کیفیت کہ ہر اک رند سترِ پایا ہے اک تصویرِ میخانہ

بغل میں جام، شیشہ ہاتھ میں، ساقی تصویر میں  
بنے ہیں جب سے کشفی ہم مریدِ پیرِ میخانہ

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

مقید ہے، اگر سب میں خد ہے ۱۵ جو اک الزام و تہمت افتر ہے  
نہ تو اس سے نہ وہ تجھ سے جدا ہے نظر کو صرف دھوکہ سا ہوا ہے  
ثبوت و سلب، ضدِ باہمی ہے حقیقت ایک ہی دونوں کی کا ہے



## نہ غیر رنگ کشفی غیب صورت اگر اس کے سوا ہے ماسوا ہے

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

واقعی انسان حق کی ہو ہو تصویر ہے ۱۶ ایک رتا ناما کلام امیر کی تفسیر ہے  
حسن کا اک حسن ہے تنویر کی تصویر ہے آئینہ کا آئینہ تصویر کی تصویر ہے  
فی الحقیقت امر رب کی تصویر ہے صورت تدبیر ہوں میں اور وہ تقدیر ہے  
اوپر کیا کچھ بھی نہیں اتنی حقیقت ہے میری احسن تقویم سے ظاہر میری توقیر ہے  
صرف اک صحر ہے میرا، واقعی میں نہیں کاٹ دو میری زباں میری اگر تقریر ہے  
صرف اک راز مضا میں ازل ہوا یقین ہیں تو وہ تصویر کے رخ اک یہی تحریر ہے

خود کو جس نے پاگیا، وہ پاگیا اس راز کو،

حضرت انسان کشفی بولتی تصویر ہے

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

جو نہ سمجھا خود کو وہ معذور ہے ۱۷ بات اتنی ہے، سمجھ سے دور ہے  
وہ جو مندر باہمی سے دُور ہے وقت کا اپنے وہی منظور ہے  
مستیال میں سے جیسی بے نیاز اس طرح انسان حق سے دور ہے  
کس کو ہم اچھا کہیں کس کو برا اس کا بنا ہے اسی کا نور ہے  
جیسے پانی اور پانی کا حباب جینے مرنے کا یہی دستور ہے  
آنکھ کو جیسے پلک کا آسرا وہ قریب اتنا ہے اتنا دور ہے  
آپ اپنے ناظر و منظر طور ہم ہم میں موسیٰ دل ہمارا طور ہے

دید اس کی جلوے شکر اس کے ہیں وہ قریب اس سے نہ اس سے دور ہے  
وہل اک ایسی حقیقت کا ہے نام فہم سے جس کے سمجھ بوجھ نہ ہے  
پوچھتے کیا حال ہو ظاہر ہے حال  
وقت سے کشفی بہت مجبور ہے

فصل زینت وحدت تعجب خیر خلقت ہو ۱۸ نہ آئے جوئی کی بھی سمجھ میں حقیقت ہوں  
ہر شکل گردش پر کار قصاں دونوں عالم میں کہ جس سے ہر سکوں ہے ہمدرد رنگ فطرت میں  
فیض رنگ کثرت ہے یہ میری نستی، نستی بہ شکل عالم موجود خود اپنی شہادت ہوں  
کوئی سمجھے تو کیا سمجھیکا مسیحا رنگ کیفیت میں کثرت اپنی کثرت کی میں وحدت اپنی وحدت ہوں  
ازل ہیرا بد ہے اور عدم موجودیت میری! فضا و جلوہ رنگیں جس سے میں وہ ظلمت ہوں  
ہر آنہ مرا منہ تک رہا ہے فرط حیرت سے جہان آئینہ خانے میں اک تصویر حیرت ہوں  
تقید غیریت سے اس طرح میں غیر ہوں کشفی  
عندوں سے کیا مجھے ہر رنگ میں رنگ عبارت ہوں

ظہور علم لدنی ہے میرے سے ۱۹ چمک رہی ہیں شریں اس گنگن سے  
یہ مویانہ میرا نہ گنگا کہوں داغ جو ہاتھ آئی یہ دولت شریں پیچھے سے  
سلیقہ مند کچھ ایسا ہے بلکہ خود ترا مگر رہا بھی تو مستی میں وہ فیض سے  
عروج میں بھی کچھ ایسا رہا میں کجود کبھی قدم نہ مٹا بندگی کے نینے سے  
تجلیات کی دنیا سے میرا دل کشفی!  
ہے گھر کا گھر میرا روشن اسی گنگن سے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔



۲۰ وہ مہر الخرواں نورِ نظر آنکھوں میں ہے  
اپنی ہی بے پردگی کا نام پریدہ رکھ دیا  
برہمِ ملاحظہ ہے ربِّ الشرفین و المستزین  
وہ نہاں ہر آنکھ سے ہے پریدہ کہتے ہیں اسے  
قبلہ من کا ہمارے سرو ہے اتنا پتہ  
وہ نہ شہِ رگ سے قریب ہے اور نہ شہِ رگ سے الگ  
اس کو جب جلوت نہ خلوت کیا ہوا لایا کیا ہوا  
تو می!؟ اک اعتبارِ عالمی کا نام ہے

۲۱ دل میں وہ پریدہ نشیں تو پریدہ در آنکھوں میں ہے  
دیدہ دور کے واسطے لطفِ نظر آنکھوں میں ہے  
دیکھتا ہوں میں جدِ صمدی وہ ادھر آنکھوں میں ہے  
رونا شکل سے وہ جلوہ گر آنکھوں میں ہے  
اُن کا مکن دل کے اندر اُن کا گھر آنکھوں میں ہے  
وہ بہر صورت بہر رنگِ دگر آنکھوں میں ہے  
جلوہ گر وہ ہر گھڑی آنکھوں پر آنکھوں میں ہے  
جئے جمعی تک زندگی جب تک نظر آنکھوں میں ہے

اُن کا اپن ساتھ کشفی اس طرح کا ساتھ ہے  
روح تن کے ساتھ ہے جیسے نظر آنکھوں میں ہے

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیبان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

۲۱ موجودِ شق اک لافانی ہے  
کہ رگِ رنگ ہے لہائیت سے ملو  
یہی ہر زندگی کی کیفیت ہے  
وہی اک فطرتِ انسانیت ہے  
فریبِ حسن کی رنگینیت ہے  
یہ اک رنگِ فریبِ دہریت ہے  
بیاں کیا ہو جو میری منزلت ہے  
جو مجھ کو باعثِ یکسانیت ہے  
بہر صورت میری موجودیت ہے

۲۱ موجودِ شق اک لافانی ہے  
کہ رگِ رنگ ہے لہائیت سے ملو  
جسے کہتے ہیں پوشیدہ حقیقت  
نہ کھا شیوناتِ گونا گوں پہ صوکر  
بدل دے تو خدا میں اپنی دنیا  
میری تشریف گر مٹا ہے الہا  
یہ میری عظمتِ فرضِ تسلسل  
محض ہوں اور نہ میں رنگِ افغانی

جو توحیدِ بے لبتِ امیری ہے کشتی  
یہ رنگ و کیفیاتِ ازلیستے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

تیری بیکرنگی نے کتنے کئے رنگت پیدا ۲۲ فنِ یکتائی کی کثرت نے کئے ہم کی کیا  
ہو انظروں کو تیرے جلوں کا جب سے سودا تیرے ہو نیک لمحے ہونے لگے ہے دھوکا  
طور کی موت تبسم کی تیرے اک علی زینتِ افرقہ تیرے قدموں سے عرشِ اعلیٰ  
ذاتِ تو میں میں صفتِ بود و نور میں ہو کر میرے جینے کو سہا ملے تیرے ہی دم کا  
اُن سے انداز لگاؤ یہ عروجِ کثرت لاشریک ایسے میں پھر بھی ہوں کھلے تنہا  
شعبہ گر تو کہیں کچھ ہے کہیں تو کچھ ہے کوئی جا تری شہرت نہیں تیرا چرچا

دور وہ مجھ سے نہیں اور نہ مل سکے قریب

شخص اور عکس میں جیسا کہ ہے کشتی رشتہ

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

تمہارے خیر اور شر کے فیانے ۲۳ بنے کیا خوبش کے بہانے  
یہ شخص و عکس، دم اور آدمی ہے کسے اپنا، پر ایسا کس کو جانے  
تقیدِ ذکرِ لبِ دُور ہی کیا بہر صورت اُسے موجود جانے  
کہاں کا کفن اور کیا تشریفِ بدت لگایا خود پرستی نے عکس کا  
جو دیکھے اُس کو وہ خود کو نہ دیکھے ذرا سی بات ہے اتنا نہ جانے  
مڑے ٹوٹے ہیں وہ شانِ کرم نے مرے اشکِ ندامت کے بہانے

یہی ایہان کی ہے بات کشتی!

سمجھ کر خود کو دیکھے خود کو جانے



کچھ عجب رنگ ہے اے جلوہ جانا نہ ترا ۲۴ حد سے کچھ ٹہرنے لگا یہ دل دیوانہ ترا  
 اعتبارات سمجھتا ہے تھے جلووں کو کہیں آتا بھی فریبوں میں دیوانہ ترا  
 کیفیت چھائی چکا چونکہ میں جلیں ساحر طور ہے کیا رنگ فریبانہ ترا  
 اگر میں جلووں کی آئینہ نگہ محو کی کجک تجھ سے بیاں کہ اک حیف ہے چھپاتا ترا  
 نت نئے روپ نئے رنگ نئی کیفیت ہے ہر حال یہ اندازِ وجودانہ — ترا  
 نہ بھی مجھ سے نہ قل میرے نہ ملے دلا یہ بتا کو نئی منزل پہ ہے کاشانہ ترا  
 کیا تھے چال و چلن سے نہیں واقف کشتی  
 چھپ بھی سکتا ہے یہ اندازِ فریبانہ ترا

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

اس درجہ ہے وہ ہر گرجاں قریب تر ۲۵ رہتی ہے ضو سے روشنی جیسے قریب تر  
 یہ حال ہے یہ اُن کی ہمارے کیفیت بہتے ہیں جیسے تار سے لگنے قریب تر  
 ہم اُن میں ہیں وہ ہم میں ہیں ایسے گھلے ملے جیسے کہ تپلیوں سے لفظ سے قریب تر  
 راز و نیاز اُن کے ہمارے عجیب ہیں بہتے زباں پہ بول ہیں جیسے قریب تر  
 ہم کیا بتائیں اُن کے ہمارے معاملے ہم اُن کے ہیں قریب وہ ہم سے قریب تر  
 ہونے لگا ہوں دور میں کچھ اپنے آسے پالے لگا ہوں انکو بولنے قریب تر  
 وحشت میں جب جنوں کی حدود سے گزر گیا پھر منزلیں ہوئیں میری مجھ سے قریب تر  
 اب اُن کا اور میرا ہے یہ ربطِ زندگی رہتی ہے موج، بحر سے جیسے قریب تر  
 کشتی! کسی کا جلوہ ذوق شعور ہوں — ہاں،  
 رنگِ معیت، ایسی ہے مجھ سے قریب تر

عشق نے دھوم مچایا ہے لوگو ۲۶ مجھ کو تماشہ بنایا ہے لوگو!  
 گھو گئے سدھ بدھ ہو گئے بے خود بات کچھ ایسی سنایا ہے لوگو  
 آپ ہی کایا، آپ ہی مایا کون پھر اپنا پرایا ہے لوگو  
 ارض و سما جب خوش نہیں آئے خود ہی وہ مجھ میں سمایا ہے لوگو  
 سوکھی ندی میں ناؤ چلایا کیسا وہ جادو دکھایا ہے لوگو  
 آپ ہی جباری آپ ہی ہلاری آپ پجاری کہایا ہے لوگو  
 گورکھ دھندا اس کا سمجھ میں نہ آتا نہ آتا ہے لوگو  
 بھول بھلیاں بن گئے کشتی  
 کھیل وہ ایسا کھلایا ہے لوگو

وہ بھی ہے میرے ساتھ میں بھی ہوں اس کے ساتھ ساتھ  
 بات یہ غلطی ہے ذات و صفات ساتھ  
 شخص میں عکس، گل میں بو، لذت زبان میں ہے جو  
 ایسا میں سکے دم کیسا تھا، ایسا وہ میرے دم کی تھ  
 بیانہ موج سے جدا، شمع نہ غنیمتِ روشنی،  
 کیف ہے جوں شراب میں ایسا ہے روح و تن کا  
 پناہ اور آپ ہے ظہور، اس کو نہ قیدِ قریب دور،  
 جیسے شعل و آفتاب، ایسا وجود کے وہ ساتھ

آپ ہی آب و نقش آب، آپ ہی نعمہ و رباب  
 جیسا کہ چاند، چاندنی۔ ایسا ہمارا اس کا ساتھ  
 ایک کہیں تو ہے نہیں کہے جو دو تو شرک ہے  
 ہو گا نہ کچھ نہ تھا، نہ ہے، ہی آپنے ساتھ  
 وہ میرا عین، اس کا میں کشتی وہ ذات میں جفت  
 اس طرح میں ہوں اس کے ساتھ اس طرح وہ مجھے ساتھ

واعظ وہ تری آنکھ وہ پہچان نہیں ہے ۲۸ رندوں کو برا کہتا تری شان نہیں ہے  
 میں پڑھ کے سقا دیکھ نی لیتا ہوں ناغر سے نوشی میری فعل مسلمان نہیں ہے  
 اک کیف خودی نے مجھے یوں کر دیا بے خود میں ہوں یا نہیں یہ بھی مجھے نصیحت نہیں ہے  
 قرآن انا سترم لبس پیش نظر ہے کیا میرے لئے یہ سر و سامان نہیں ہے  
 مسجد ملائک ہوں میں جس رنگ میں ہوں شاہ میری اس بات یہ قسم آن نہیں ہے  
 میں شر بھی نہ کرتا تو مرادہ بھی تو شر تھا واعظ! تری باتوں میں کوئی جان نہیں ہے  
 مد شکر کہ وہ سچو رحمت ہے مرشد کیا میرے لئے حامل ایمان نہیں ہے  
 عنوان علی صورت حکمان وہ میں ہوں کیا آہن تقویم جری شان نہیں ہے  
 ہم میں بھی تو کف سارہ توحید میں کشتی  
 مومن وہ نہیں جسکو یہ عرفان نہیں ہے

کچھ بندگی کے رنگ میں ایسا بنے ہیں ۲۹ حسن پسند جیسا تھا و لیا بنے ہیں ہم



اب کیل بنے گا کوئی کچھ ایسا بنے ہیں ہم  
اپنی نظر میں آپ تماشہ بنے ہیں ہم  
بننا بنانا آپ کا یہ بھی عجیب ہے  
بندہ نواز آپ تو بندہ بنے ہیں ہم  
کہیے تو فخر حسنِ تقویم ہے کسے  
جیسا بنایا آپ کے ویسا بنے ہیں ہم  
یکسانیتِ ساہم میں اور ان میں پہلِ نعل  
کشتی بشریت ہے جو پرہ بنے ہیں ہم

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

کسی کی حسنِ تمناے دل پذیر ہوں میں ۳۰ ایمنِ بارِ امانت وہ دل پذیر ہوں میں  
وہ مالا مال ہوں ہم نہیں مرا کوئی  
سیاہ کاری یہ غرہ ہے وہ امیر ہوں میں  
ترستانِ لیس کیشہ میں بھی یکتا ہوں  
اگر تو برتر و عالی تو اک حقیر ہوں میں  
ہے خستہ شہر کا تو مالک تو میرا ذکر ہی کیا  
تری ہی ذات کا اک وصفِ بنظیر ہوں میں  
تو ہے جاری و ساری، تو لی محیط و محاط  
کہ سرِ پستی میں تیری وہ اک سیر ہوں میں  
یہ طہی جلتی نہیں مجھ سے کیا تری صورت؟  
تو شخص اور ترا عکس بے نظیر ہوں میں  
زدہ سر ہے کوئی تو، نہ دوسرا کشتی  
تری صفت ہوں تے نور کا خمیر ہوں میں

۳۱ ضبط چھلکے نہ کہیں صبر کے پیمانے  
لپ کے میخانہ لئے جانا ہوں میخانے سے  
ہر سرِ عرش بھی خم جب میں تھکا دوں  
رحمتیں چاہوں تو چھلکے میرے پیمانے سے  
سترِ ظلمت میں یہ کون، یہ رنگارنگی  
غیر ہو جاتی ہے اک منہ سے گلِ پیمانے سے  
اکفر و ایمان کی اس ضد کا خدا حافظ  
راستہ زند کا کعبہ سے نہ میخانے سے



نخواہ کعبہ ہو کلیسا ہو، مہنم خانہ ہو بندگی ٹہری تو پھر کام ہے جھک جائیے  
 یہ تنزل میں، محابلیت و جوب فانی دیکھ نہ لائے کسی شے کو بھی شے پائیے  
 عظمت عرش بھی کچھ واعظ نادان سمجھا جسکی تعمیر ہے اک ذرہ میخانے سے  
 رقص پر آؤں تو عالم کو ملا دوں ساقی، بات ہوئی ہے پتہ کی ترے دیوانے سے  
 حضرت کشتنی بھی ہیں جبہ و ستار کیساتھ  
 باسبوا، جام بکفت تکلفے ہیں میخانے سے

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

## نمہ

حق ہے حق کا کلام بسم اللہ ا قابلِ حیرت ام بسم اللہ  
 ہر نفس فیضِ عام بسم اللہ دو جہاں کا نظام بسم اللہ  
 ہے یہ تو حمیدِ عام بسم اللہ  
 یہ کرشمہ ہے میمِ احمد کا لے کے وہ روئے کے نقطے کا  
 لامِ الف پر قیام ٹھہرایا بے شوقِ جب میں بولا  
 حق لے لے کا نام بسم اللہ  
 آگِ وحدتِ احد نے جو بگایا رنگ لایا ہے رنگِ کثرت کا  
 عالمِ امر سے وہ جب گزرا آپ اپنی مثال کہلایا  
 عبد و رب لا کلام بسم اللہ

احدیث ذات الہیئت حسن اور کثرت سے رحمت کی نشان  
 واجب و متمتع وہی ا مکان یہ ادا یہ ظہوری سبحان  
 اول اخر تمام بسم اللہ  
 کن سے فلکین میں جب قدم کھا لب پہ کشتی تھکا لفظ بسم اللہ  
 راستہ طے کیا وہ چھ دن کا جیسا بنت تھا بن گیا وک  
 کیا بنایا ہے کام بسم اللہ

بسم قرآن ہی ہے بسم اللہ ۲ کھیل ہے سب یہ بے کے نقطہ کا  
 میم احمد ہی تو ہے نقطہ اس کی اسکاں اور بھی ہیں جدا  
 اسی نقطہ سے ہے ظہور و خفا

لفی جب اپنی کی تو یہ پایا عکس لا کا اللہ میں بھی  
 مصل الا نے ال کا روپ لیا اوں آخر میں ہی ٹھہرا  
 کھیل ہے یہ تمام نقطہ کا

بے بنا اور بے سے نقطہ بن گیا حبیب معنی کن کا  
 یہی صفا ہوا ہی کبر یہی نقطہ ہے تختہ تن کی بنا  
 اسی نقطہ میں ہے شب اسرا

یہی نقطہ المعنی سے آدم کا کہیں بندہ بنا کہیں مولا  
 لے کے گنج خفی کا سراپا ملک تن میں ظہور ہے پایا  
 دی صدا لا الہ الا اللہ

اپنی وحدت سے جب کعبہ آیا      ہمارے شہرت کا خود پہن آیا  
 جلوہ گر اس میں بھجے بے سایہ      بن گیا جب وہ محو نظر آ  
 دی صدائے فتم و حرامتہ  
 قبابِ توسین سے جو چل نکلا      سب کی نظروں میں چھپ کے رہ  
 عرش سے لامکاں میں جا پہنچا      ایک ہی آن میں پٹ آیا  
 شانہ حال ہے کلامِ اللہ  
 گر کہوں بھی تو کفر کا فتویٰ      نہ کہوں بھی تو ہے یہی حدشہ  
 شکل ہو ہے حقیقت اللہ      بات کشمکش یہ دم سے پہلے  
 خارجاً ہو تو داخل اللہ

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

معمور ہوئی جب بزمِ اللہ ۳ پھر باد لا کا دور چلا  
 ہرستہ ہے مستِ فنا فی اللہ      ہرستہ صلیب ہے ہو اللہ  
 ہوں مستِ شرابِ الا اللہ  
 پھر غریبِ بالغِ الست کھلا      پھر نہکی شمیمِ قالو بیلا  
 ہرستہ فتم و حجب اللہ      حق لا الہ الا اللہ  
 ہوں مستِ شرابِ الا اللہ  
 ہست نیت میں دونوں صورت لا      لا لا صورت ہے صورت لا  
 یہ معنی گن ہے الا اللہ      اب غیر کہاں بندہ مولا  
 ہوں مستِ شرابِ الا اللہ



لا معنی ہے یہ مستی لا ہے میں کلیم کلام اللہ  
یہ سلب و ثبوت ہے صورت لا ہاں مافی قلبی غیب اللہ  
ہوں مست شراب الا اللہ

اس لا کا لا سے راز کھلا لا شکل لانا من نور احدہ  
من نور وجود صفات اللہ یہ جلوہ کا !! اللہ اللہ  
ہوں مست شراب الا اللہ

حد اور انحد کی حد ہے لا لا ذات سفت قل هو اللہ  
میکلا ہے احد اور احد اللہ یہ صورت لا !! اللہ اللہ  
ہوں مست شراب الا اللہ

لا ہو کر پانا حقیقت لا کشفی جی گرد سے بھید ملا  
ہر سانس چپو لا کی مالا پی پی کے کہو پیانہ لا  
ہوں مست شراب الا اللہ

الطیب تو پی پی ہے کیوں کہ رہا ۴ رٹ ہے کس کی تجھے یوں جو چلا رہا  
کس کی فرقت میں حالت ہے تیری تباہ تو جدھر کر نظر ہے اُدھر ہے روئے  
اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ کیا ہے کس کی تجھے جستجو وہ تو گھر میں ہے پھرتا ہے کیوں کہ کو  
وہ کہے خودی کو فنا رکھ تو پھر نظر آئے گا تجھ کو بس تو ہی تو  
اللہ اللہ اللہ اللہ

حضرت خواجہ شہداء ابو الیاس سبحانی شاہ بیانی رفاہی القادری -



بیعت پر پیش سے مشرف ہو تو،      مئے کو پیچھے رہے گی، تو کرے کہ خود  
 میکدے ہی میں پڑھنے میں لے ہو  
 اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ      اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ  
 دے گواہی شہادت کی ہے وحدہ  
 یہ مقام فتنے سمجھ بده  
 اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ      اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ  
 حق کا فرمان ہے کرذرا غور تو  
 ہے مینال الرسول عرف نفس  
 اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ      اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ  
 تو کہتے کہ انا دیکھ تو  
 فاذا کرنی واذکر کی ہے گفتگو  
 اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ      اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ  
 اب میں غریب اور زرا دیکھ تو  
 میں دیکھ تو کشفی نہ کر گفتگو  
 اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ      اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ  
 ذات من حیث ہو ہوا انا عبدہ  
 دیکھتا جلد ادھر اور ادھر تو ہی تو  
 اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ      اَمَّهْ اَمَّهْ اَمَّهْ

نفی اس بات کے چھٹے سوجھ بوجھ ۵      آرزو میری برائی میں اراں نکلا  
 لا الہ سے میرا کام نہ لیا نکلا      شرک اور کھنڈ کی ظلمت سے جویر نکلا  
 ہاں ہو میں عجب بہرِ خفا نکلا

کھنکھاتا ہوں تو کیا راز ہے اس کھنکھ کا میم حمل کا مہر جو کسی نے سمجھا  
جانتا ہے وہی کچھ حالت صغیر اکبر کس کو سبذہ میں کہوں کس کو چکا لہو لہو  
برہن شیخ تو ہنس رہی سماں نکلا

ہو گیا خود میں جو گم خود ہی میں خود کو پایا صاف کرنے سے بڑھی آنکھ کی جلا  
اب سو امیر کہاں کون سے مہر جیہ راز سربستہ کہوں کیا قد بے سایہ کا  
ہنگ کثرت میں بھی وحدہ کا یہ سماں نکلا

کیا ہوا میں نے اگر دم کی حقیقت سمجھا دم کو آدم جو کہا اسی ہے کیا میرا خطا  
دورِ ناسوت کجا، منزلِ بابوت کجا ہے یہ کیا پلٹ ایسی کر مراد میں رسا  
میز باں بن کے چلا صورتِ مہماں نکلا

کبھی آنکھ کبھی عکس کبھی شخص بنا در ب کہیں عجب کہیں حالِ حقیقت ہے کیا  
اتحاد اور حلول اسکو نہیں جب ادا روتے گلشن ہے جدا صورتِ صحرائے جدا  
شعبہ گز لو عیاں ہو گئے بھی نہیں نکلا

میں جو نابینا تھا کہتے تھے مجھ کو بینا آئی بنائی تو ہر ایک نے سمجھا لہذا  
کوئی سمجھے تو ہر بات میں یہ لکھا ہے کیا اس کشمکش سے نکلا مجھے دشوار ہی تھا  
اود نکلا بھی تو باحالِ پیر شاں نکلا !

شکر کیا چرچا ہے بار کہوں باروں صاف گر کہیں تو کہا لہذا اگل محضوں  
بات جب یہ تھے تو پھر کون میں غاشق تھا میرا عالم یہ ہے کشتیِ نادان محضوں  
جس نے دیکھا مجھے وہ صاحبِ غنا نکلا

لہذا حدیث تنویر دہند بن کے تم چمکے ۱۰ بہ شوق خود نمائی حسن و صورت بکھے تم چمکے  
کچھ ایسے اپنی کیمائی میں کثرت بکھے تم چمکے بہ رنگ غریب اپنی شہادت بن کے تم چمکے  
نرالی شان سے کیا شان قدرت بکھے تم چمکے

کچھ ایسی گلشن کن میں البتہ کی بہار کی بجی محفل لیکن بہن جہن آرائی!  
مہک کر ہر کلی قالو بی کی راگنی گائی گلوں سے گھنچ کے ساغر میں دو آتش آئی  
خمار آلود کیف ابر رحمت بکھے تم چمکے

کچھ ایسے اپنی کیمائی کی تنہائی سے گھبرا گیا کہ بے طحاشہ ہو کے کچھ یوں رنگ بے آئے  
تم اپنی خود نمائی کے چلن کچھ ایسے نکلا بہ شکل سحر خاکی تنہا زل اپنا فرماؤ  
ہوئے کچھ بے حجاب ایسے کہ فرشتے بکھے تم چمکے

عبودیت کے رنگ و ڈھنگ میں کچھ تم رہے ہیں حیرن سادگی کیا بن گئی گھبرا کر دھوکا  
الو کھا پرستوں تم نے ایسا شہدہ کھلا ہوئے بے پردہ تم ایسے کچھ ایسا ہو گیا پردہ  
کچھ ایسا بھاگے ہر شے پر حیرت بکھے تم چمکے

زشتوں نے اگر سجد کیا کس کو کیا سجدہ کیا ہے اشراف مخلوق کو مخلوق نے سجدہ  
اگر ہے ذات کا سجدہ تو سجدہ ملائکہ کا تمہارا کیوں ہوں خیر زل پھر مہربان علی  
جبین حضرت آدم کی قسمت بکھے تم چمکے

شعبہ ان کے ایسا مٹا مافرق غریب بذات خود حقیقت آتھی اپنی عبودیت  
کہ جیسے آب کی اور نقش آبی کی حقیقت یہ نعمت عروج بندگی یہ شان یہ شرکت  
جویشانی آدم میں امانت بکھے تم چمکے

خدائی میں تمہاری مصطفائی بھی اکابر نہ یہ پایا رسولوں کا نہ تم سے کوئی بڑا چمکے

الوہیت میں تم کیا، عبودیت میں تم ہر حقیقت کہ تم سارے کائنات میں ایک جہز  
 چھنے تاروں میں ایسے ماہ طلوع بن گئے تم  
 میں کیسے کو بنگا ہوں مے سرکار بے سایہ اگر تنویر میں سرکار تو تصویر ہے سایہ  
 کہ انسان بے سہی کیا نہیں انسان کا مگر عجل جان ہی اور ہم بہ شکل جسم میں سایہ  
 قل الروح من امر ربک کی صورت بن گئے تم  
 کہ آدم ابو البشر و عیسیٰ یونان سے کہ شفی بے ضرورت اور نہ کوئی بے سبب  
 مسلم سب کو آقا ہوا کہ کر امر ہے مے سرکار جب کہ تو نے کر رکھا ہے  
 کچھ ایسے یا فحش کل حقیقت بن گئے تم

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

حیون کا سترج ہے وہ حسیں ہے ۱۱ خدا ناز بردار وہ ناز میں ہے  
 کوئی اس کا دو جگ میں ثانی نہیں ہے یہ مانا کہ وہ لامکاں کا میں ہے  
 مگر میرے دل میں وہ سند نہیں ہے  
 بھلے اور سب سے سب میں ان کو پیار ہے ہے دونوں جگت میں انہیں کے نظارے  
 ہم ان کے میں بندے وہ مولا ہے یہ میں کھیل آپس میں ان کے ہمارے  
 میں غائب جہاں میں وہ حاضر ہیں ہے  
 ہے کچھ بات ایسی کہوں کیا کسی کہ سننے سے جس کے اڑے ہوش ایسے  
 کہیں بے حجابی نہ بڑھ جائے حد سے نہ میں دور ان سے نہ وہ مجھ سے  
 میں نزدیک ان کے وہ میرے قریب ہے  
 کہیں کو کروں کیا بیان عرفنا رجا خوش کے گھاٹ سے پار اترنا



تمام ادب سے تو خاموش رہتا اگر فرق ہے ان میں مجھ میں تو اتنا  
مثالی ہوں میں اور وہ خلوت گزیر ہے

اجی کوئن میں آپ سوچو، بچا دو! انہیں تو کسی صاحبِ دل سے پوچھو  
سبق اپنا بھولا ہوا یاد کر لوے انہیں دوسرا کوئی کشفی سمجھ لو  
ہیں ہے ہیں ہے ہیں ہے ہیں ہے

تسا نہ کوئی اور مجھے دوسرا ملا ۱۲ ملنے سے آپ کے مجھے جو کچھ ملا ملا  
میں کیا کہوں کہ آپ کے ملنے سے کیا ملا دنیا ملی، جہان ملا، دُعا ملا،  
تم کیا ملے ہو مجھ سے کہ میرا خدا ملا

قسمت سے ہجرِ یار میں جمعہ نیا ملا جو بد دعا کے دل تھا وہی دعا ملا  
نالوں سے بیقرار کی دل کا مزہ ملا میں کیا کہوں کہ آپ کی الفت میں کیا ملا  
بھولا جہاں کی لذتیں ایسا مزہ ملا

بے چین بیقرار بہ آہ و بکا ملا ہاتھوں سے دل کو تمام کرے دوتا ہوا ملا  
ہرک سے لاپتہ کا پتہ پوچھتا ملا عاشق کا تیرے دشت میں اتنا پتہ ملا  
دامن کہیں ملا کہیں بند قبا ملا

ریخ و طال، شکوہ گلہ بھی کیا نہیں اک لفظ ان کے سامنے میں نے کہا نہیں  
لیکن فنائے یار میں غم سے وفا نہیں دل سے تو ایک بار بھی تجھ سے ظہر نہیں  
ملنے کو یوں تو راہ میں وہ بار بار ملا

رسم وفا یہی ہے کہ تو بے وفائے کہہ ان کی جفا کو ناز سمجھ، تو جفا نہ کہہ

عاشق سمجھ کے اپنے کو کچھ بھی فدا نہ کہہ  
اُن کو تارے سامنے واعظ برانہ کہہ

پرزہ میں اِن بتوں ہی کے ہو خدا ملا

دستِ طلب از ہودا من سبھالے سر رکھ کے پائے ناز پہ کچھ اُن سے مانگے  
کچھ دل کے حوصلے دلِ مضطر نکالے حسرت نصیب آج تمن نکالے

مدت کے بعد آج تو وہ دلیر با ملا

آئندہ دیکھ رہ گئے جو اِن ہو کے وہ ، ہم مشکل اپنا پلکے پریشان ہو کے وہ  
کشتی کے منہ کو تنکے ہیں اِنجاں ہو کے وہ افسر شکر ہے کہ پریشان ہو کے وہ  
ہر اسے پوچھتے ہیں محبت ناما

جو رندوں نے شیشہ گلابی اچھا لا ۱۳ تو سیج کو شمع نے توڑ ڈالا

برہمن بھی زنا را اپنا اٹارا ، مست اکبرِ ظلمات چکا اچھلا

نظر آگیا جلو حق تبارا

مجھے شرم آتی ہے زاہد کہوں کیا میں ہوں رند مشرب شرابی بلا کا  
میں ثابت قدم اپنی میانہ روی کا یہی ہے عبادت یہی میرا تقویٰ  
مگر لوگ کہتے ہیں افسر والا

تو اے واعظ! جانے کیا کیف ہستی رادھر دیکھ آ ، لذتِ مئے پرستی

جو اک بوند پلے تو کھل جائے ہستی پیاس کو جس نے بلندی نہ پستی

وہی ایک سہالت میں یکتا زالا

اچی! میں وہی ہوں ظلو اُجھو لا وجودِ عناصر ہوں مٹی کا پستلا

تمہیں نے فرشتو! کیا مجھ کو سجدہ میں عالی مراتب ہوں برتر و عالی  
 وہی ہوں میں بار امانت نبی صلا  
 عطا پر اُسے ناز مجھ کو خط پر اُسے خمیہ زیب مجھے ناز شری پر  
 بھروسہ ہے کشتی اسی کے کرم پر میں گم کردہ راہ وہ میرا رہبر  
 بڑا مہربان ہے خداوند تعالیٰ

کیا مرست ہے متوالا زلالا مراد ہے ۱۴ وہ چاند مدینہ کا تو ہمارے مراد ہے  
 کیا بار امانت کو سنبھالا مراد ہے گھر عشق رسول عربیؐ کا مراد ہے  
 اے اہل نظر عیش و عشرت مراد ہے  
 ہے آٹھوں پہ سامنے سرکار مدینہ دل حج و زیارت سے مراد ہے و شہر  
 چہتا ہوں میں اب اس کے سوا اور بھلا کیا یہ لفظ میر ہے مجھے قرب انہیں کا  
 وہ دل میں ہے اور کعبہ کا کعبہ مراد ہے  
 کھیل گئے جو کچھ بھی ہیں یہ راز تمہارے تم لاکھ چھوڑ دیکھتے ہیں دیکھنے والے  
 پا جانتے ہیں وہ مگر جو ہیں چاہنے والے کیا جانے کوئی جانتے ہیں جاننے والے  
 اسرار حقیقت کا خزانہ مراد ہے  
 سمجھا ہی نہیں آپ نے کچھ اس کا خلاصہ ہے شوق بہت کچھ نہیں رہے فی کا  
 ظاہر کریں ہو جائے نہ یہ راز تمہارا جاتے ہو سر طور عبث حضرت موسیٰ  
 کہتے ہیں جیسے طور وہ گویا مراد ہے  
 جس دم وہ غائب اُسے حاضر وہیں پایا ہے آٹھوں پہ میرا بھی کھیل تماش



اب اس کے سوا یاد نہیں اور کہوں کیا  
لا میں جو ہوا گم تو اللہ میں در آیا  
تصویر اللہ کا سراپا مراد ہے

نہم ہے نہ ملتے ہیں ہمیں مسلمان  
ہے شیشہ و پیمانہ ہستی مرا یاں  
اپنی ہی پرستش میں کیا کرتا ہوں ہر  
ہوں زندہ پیا کرتا ہوں میں بادہ عرفا  
یاں بادہ و پیمانہ و صہب مراد ہے

کہنے سے جھکتا ہوں کہ ہر بات کچھ ایسی  
لپٹنے ہی کو پاتا ہوں میں دم لکھنی  
یہ میری ہی صورت ہے جیسے کتنی ہنسی  
اے قدرت ہے یہ دل دیکھنے کتنی  
تنزیہ میں ہر صورت معنی مراد ہے

صنم بکرم ہو جب یار ۱۵۰ پایا ہے تو دم مت مار  
سب میں بھلی ہے اس کی دھن جس میں کہ کوئی پاپ نہ پن  
سب میں کھرا ہے یہ بیو پار پایا ہے تو دم مت مار

جان کے یوں ہو جب انجان جیسا کوئی ہے اک نادان  
دیکھ نہ ٹوٹے دم کا تار پایا ہے تو دم مت مار

سب میں زالی پریت کی ریت راک انوکھا نرمل گیت  
نام نر بجن بچے تار پایا ہے تو دم مت مار

نسیل ہے زو موقی رول من کو بیچ کے اس کو مول  
کشتی کیا نقد افسار پایا ہے تو دم مت مار  
مم بکم ہو حبا یار!

☆  
اگر کسی دل کو کسی کی چشم ستارہ اسی مٹی کے ادنیٰ سے آخر کام میں ہو جائے  
سمجھتا ہوں نگاہ عشوہ گر کو پھول پیمانہ نظر سے لڑی کہتا ہوں میں اپنے کو بیگانہ  
دل صافی، مکالمہ ہے جلوہ جاناکا کاشانہ  
ہنر آسان اے دل طالب دیار ہو جانہ نہیں ممکن بجز فرقت کہ دل یار ہو جانہ  
سکھائے اے پری رسوا سر بازار ہو جانہ مجھے آتا نہیں ہے کافر و دیندار ہو جانہ  
تباہے تلوے میں کعبہ تو کعبہ میں بتخانہ  
تمنا ہے وصال یار میں بے موت ہی مرنا فراق یار میں سینے پر پتھر صبر کا جھرنہ  
زباں سے شکوہ بیداد کا شکوہ نہیں کرنا تجھے لازم نہیں اے عشق ٹھنڈی سالنک بھرنا  
بہت نازک سے نازک ہے یہ لینول پیمانہ  
نہ ذکر کاوش دل ہو نہ فکرِ بقیہ لاری دہ آہ سردِ سوب پر د خوں آنکھوں سے جاری ہو  
ہرک جنبش بہرک جذبہ تیرے اختیار ہو دہان زخمِ دل سے بھی صدمہ افضل باری ہو  
جلا کر سمع کو سمع دیکھ بھی لے حال پروانہ  
عرفنا کے بیاں کو نا سمجھ مانے تو کیلے کسی کو خاک دے جانے جو اپنے کو نہیں جانے  
اگرچہ ایک ہی صورت کے ہیں بیچ میں دوا مگر سب میں وہی کال ہے جو اپنے کو چھانے  
کھری باتیں بیاں کرنے سے کہہ سکتا ہے فندانہ  
سمجھتا ہوں کہ بے معنی نہیں ہے عشق کا چرچا کہ عبادتِ نوز عالم میں ہے جسکے نام کا دنا

نہیں اور اس سے باہر اگر سمجھا تو یہ سمجھا روز عاشقان ہے، بھیک ہے، نمک نہ کا ہے نمک  
 کسی شہسوار نے مجھ کو بنا ڈالا ہے دیوانہ  
 شاہ سری بلایا کسی کو، کس کو کیا تھا وہاں پر کون تھا مطلوب، طار کون تھا کس کا  
 مقابل آنے رو کے کھڑا تھا آنے سیما عجب یہ راز نہیں ہے سمجھ میں ہی نہیں آیا  
 کہوں گا میں جو اے کشتی نہیں کے لوگ دیوانہ

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی قادری۔

ہنچے میراج میں جبریل خدا تیرے حاضرت تھے رنیل  
 ظہم غیب کے لب پہ تھی یہ صدا آگیا آگیا، نورِ رب انبیا  
 اکتاہد علیک جبریل !

جبریل ایس کی گزارشیں یہ تھی، دن قیامت کا آئے گا جب یانجی  
 پر ابھرا دل کا پل پر میں اپنے سمجھی پار اتر جائے امت سمجھی آپ کی  
 ہے یہی دعا، دعا، دعا

دیکھو، دیکھو، طیلے کی یہ ہٹ خدا حق سے پروا نہ عفو لے ہی لیا  
 اس کی ہٹ پر ہے ساری خدائی خدا بن گیا بن گیا کام بگڑا ہوا  
 مر جیبا، مر جیبا، مر جیبا

جلوہ خاص میں جلوہ عام ہے دید باز و نظر کا یہاں کام ہے  
 اپنی آنکھوں میں نہیں اس دلا رام ہے کہ میں نے اسے حسین آرام ہے  
 داخلہ خارجاً وہ عجیب، آگیا !

اتے، معراج کی بھی، عجبات تھی کیا کہیں کس سے کس کی ملاقات تھی



کھنکھے گر کہوں خدا لگتی بات ظاہر جو ہے وہی مخفی  
وعدہ ذات ہے محفل کی آپ کا نام سنتے ہی کشف  
پیارے اختیاریا آتا ہے

★

فدا تیری بخشش پر سب کن والے فدا تیری صورت پر ایمان والے  
تری جستجو میں ہے سب جان والے کرم کی نظر کچھ تو احسان والے  
وہ اہل تقویٰ قرآن والے

گئے کعبہ سرور شہزادہ نبوتؐ ندا ہا لقب غیبی دی بر نعمت  
عیال تجھ پر سب کچھ ہے تیر حقیقت انہیں ہے نہیں اب تجھے تائیدت  
تو پردہ میں امیرے فرمان والے

پڑے ہیں سیکار رشتے پائے چھپائے تو کھلی میں ان کو چھپائے  
غیر یوں کا مادی ہے تو کھلی والے ہر کلمہ ملتی ہے کہ جو بچائے  
ترے ہاتھ ہے لاج احسان والے

وہ ہے سب کا تاج سب کا سہارا دین کا ہاشمی مور کی وہ سارا  
اسی نے تو بگڑے ہودوں کو سنوارا وہی ہے وہی سب کی آنکھوں کا تارا  
اسی پر قصد ہیں ارمان والے

جیسا کہ شاہ دیں اپنا سلطان خدا میزبان وہ خدا کا تھا مہاں  
اسی کو ملیں نعمتیں اور قسریں اسی نے دیا ہے ہمیں درسِ فناں  
وہی تو میں کشتی بڑی شان والے

جو کرتا ہے ذکرِ خدا چکے چکے

وہی ہو گیا باغِ راج کے چکے

جو معراج میں حق کا دل دار آیا غلِ تھکِ خدا کی کا مختار آیا

کہ کچھ مدینے کا سردار آیا یہی ہے ہی شانِ غفار آیا

جو چاہے رسولِ خدا چکے چکے

کہا حق نے "امت کا غم کھا ہوا" زکریاؑ کو میرے ناز و کمالے

خدا کی کیا اپنی تیرے حوالے تو چاہے جسے ارباب سے بخشوالے

میں بخشوں گا تو بخشو اپنے چکے چکے

کہیں نور احمدؑ خدا بن کے آیا کہیں وہ جب خدا بن کے آیا

جینوں میں وہ دلربا بن کے آیا وہ مشکل میں مشکلِ شان بن کے آیا

کسی کو کہیں تل گیا چکے چکے

تھی معراج میں دھومِ عرشِ بریں پر ملائکہ یہ کہتے تھے آتم میں سرور

ہے شافی دیدِ اخلاقی کسبِ ہر جمعِ انبیاء ہر نقطہٴ سیم حاضر

سواری میں روحِ اس کے چکے چکے

وہ معراجِ طالے ادھر دیکھ لینا ادھر جانے والے ادھر دیکھ لینا!

یہ کہتا تھا ہر اک ادھر دیکھ لینا یہ دینے کے پیارے ادھر دیکھ لینا

یہ دیتا ہے کشتیِ مدد چکے چکے

۵۰

مال کھرا ہے یہ انمول  
 لے لے من کی آنکھیں کھول  
 دیکھ خواہ میں چھپیں گن  
 چھپا کھنڈ میں ماندھ کے دھن  
 بیچھو کے نطفہ کر سن  
 کہاں کا پاپ اور کہاں کا پن  
 سوچ سمجھ کر موحا گول  
 چھ ڈنڈی میزان عیش  
 رکھ نہ ذرا پاسنگ کا بل  
 یہ ہے گر کلمے کی کل  
 کمر سودا ایمان کا، چل  
 ڈنڈی نہ مار برابر قیل  
 اپنی خودی میں خود کو ٹٹول  
 ہونے کے گم، سن اس کے بول  
 کلمے کا ہر ٹانگا کھول،  
 دیکھ نہ آئے اس میں جھول  
 ہو جا گم مہم منہ سے نہ بول  
 رہ جائے گا ادھر اس غفلت سے کہیں جو چوکا،  
 نفس طیرانہ دے دھوکا  
 لگے نہ ٹھوکر آنکھیں کھول  
 حد سے گزر حد پر رہ کر،  
 شوق کو کشنی کر رہ کر  
 عشق کا رستہ یوں طے کر  
 قید خودی سے ہو باہر  
 مست آفا ہو راز نہ کھول



اسی کا حصہ زبان پر بول پایا ۶ دہائی پر پہنچا دیا دو دھارا  
 کہ ہر ایک نیت کو اس کا سہارا کعبے کے اذہد ہے نہ سارا  
 کچھ الگ کھیل کھیلاتے کھلاڑا

دہائی آپ جب کثرت پہ آیا ہوا پھر نقطہ اول سے نقطہ  
 ہوائی سے پھر نقطہ تلاش ہر اپنی شکل کو ہم شکل پایا  
 کہ سرتاپا کھینچا اک خط الف کا

دوم فقط اول و سوم پہ شکل ل الف ہیں باہم  
 بنا کر نقطہ ثانی کو محسوس کیا دونوں نے اپنا ربط قائم  
 تو پھر رختِ بفرنگ کا سنوارا

وہ جب اعیان سے اپنے کو دیکھا کیا لی الفور فیکون کا ابرادہ  
 انا میں اپنی وہ مست انا تھا خوری کی آہن صلی اور خد انا  
 وہاں پر ذکر کیا غیر خدا کا

مژدن خود کو جب کثرت دیکھا بذات خود تنزل ہی پہ آیا  
 کچھ الگ پہلا تفصیل پایا کہ آدم کو مبتکر دم کا سایہ  
 وہ حسن و عشق کا پھر راک گایا

اول نقطہ ہے لا دوم اللہ سوم نقطہ ہی الا اللہ مظهر  
 محفل نقطہ اول سراپا دوم شان رسالت کا خلاصہ  
 ہے سوم عالم ناموس اللہ

یہ سوم ہی کبھی غنہ ہی ہے اسی کا نام تو دم کی پری ہے

یہ کل پڑوں سے کھلنے کے بھرے  
 یہ کشتی من عرن کی چاتری ہے  
 یہ صدقہ ہے بیلانی کا سارا

جو میں ایک شہر کا ہوں بنا ہوا فسانہ  
 تری رمتوں کو جانے لاکو نہا بسا نہ  
 مے مال پر جو تیرا یہ خلوص غلبا نہ  
 یہ عنایتوں کی مد ہے یہ کرم کا کچھ ٹھکانہ  
 کیا میں نے جب تھو ترا مسکراتے آنا

وہ ادلے بھابی تھی عجیب شوخیانہ  
 ترا زیرِ قلم تھیں کماں کا ذرا نہ  
 کہیں زلفِ خیری الجھے تو الجھ گیا زمانہ  
 مری ماضی کا فخر ترے حسن کا ترانہ  
 ہوا مست سن کے عالم ہوا کیف میں نہ

مے درد کا سہارا مری زندگی کا حال  
 تو ہے صدا سلامت میں نہا لے غم دل  
 کہ ہر ایک موڑ پر ہے مجھے اک سرگدال  
 تری جستجو کی عظمت کو ہے غارِ حیدر ل  
 رہ شوق میں ذرا بھی ہے یقیں فریب کھانا

ترا عشق میرا مذہب ترا خیال طاعت  
 تری ہر ادا پہ مٹا ہے ہی مری ذہنیت  
 یہ کمال بندگی ہے ہی بندگی کی عظمت  
 ترے نقشِ پا کے سجدے ہی ہی ہری عبادت  
 مرا مرکز سکون ہے ترا سنگِ آستانہ

کبھی آنکھ اپنی پر غم کبھی خست ساج سا ہے  
 ملی دیدِ دل سے فرصت تو جنوں کا سلسلہ ہے  
 کچھ کیفیت ہے کچھ عجب معاملہ ہے  
 مرا اضطرابِ دل بھی انہیں ایک شند ہے  
 کہ ہے قابلِ پرستش ادا ہے معصومانہ

یہ مری ہے مرفرازی کہ جو ہو گئی ہے نسبت  
 مجھے لاکھ نعمتوں کی جو ملی ہے ایک نفست

یہ ہے ان کی ہر بات کی کشفی کی کثافت کسی بارگاہِ عالی سے ہمدردانہ محبت  
بھی ذکرِ خیر لایا ہوتا ہے غالباً

لکھا عجل اہم خدا اپنے نور کا ۸ ابو حسن حسینؑ تو مبین ہے فاطمہؑ  
ہیں بابائے یقین عین علیؑ علم بابا ہے شہ زلف لام آفت شکل انصافی  
نور الامور اور سبطہ اقداف نا

سند و صفائے جام کو پھر تیرا کیا ہے کر عمامہ ہاتھ میں عدل جلال کا  
عطر نقاب علم و حب کا لیا ہوا دکھلا کے اپنی شانِ ولایت کا بخرو  
ہیں مصطفیٰ وجوداً یہ خلفائے راشد

لا شان سے خود اپنی حد و قدم بھی موجود الہیت سے وہ اپنی عدم بھی ہے  
خود اپنی عبدیت سے الگ اور ہم بھی جیسا کہ شخص و عکس کی نسبت ہم بھی  
اک بھول ہے نظر کی یہ سوکھ ہے عقل کا

خود ہست بھی ہے نیست بھی نام و نمود بھی موجود بالوجود بھی شاہد شہود بھی  
خوشنود آبِ آسی گل کا قیود بھی جیسا کہ دم کیساتھ ہے دم کا وجود بھی  
باقی کہیں گے کس کو کہیں گے کے قیاد

موند کا گریہ نام ہو دلاہ کے ساتھ ہو لیکن نہ ہونے زائد کے ساتھ ہو  
گر جو جمع فالت تو ال بزات ہو توحید دل سے بھولنا کشفی تو بلیت ہو  
باقی بہ حق رہا جو ہوا پس پر قیاد



تجلیات کی دنیا تہی ہر گز رد کیا ۹ ترے جلوں کا عنوان کمال افراغ البصر دیکھا  
 کہ ہر پہلو ایسی تاثیر میں نہر دیکھا ۱۰ فضائے گوشہ دل میں تجھے جب جلوہ گر دیکھا  
 سری اندازِ نصرت سے مجھی کو عمر بھر دیکھا

تری بین ہا اندازِ بے خون نہ دیکھا ۱۱ ترے ایثار کا ہر ڈھنگ لا محدود تر دیکھا  
 تری نشانِ کرمی کا ہر اندازِ گرد دیکھا ۱۲ تو نے سے ترے فضل و کرم کو بیش تر دیکھا  
 مجھے شرم آگئی دامن جو اپنا محض دیکھا

جو طہری بندگی دیدم کماؤں کی بھر کیا ۱۳ دوزخ و دید میں یہ امتیاز ایں اُن کی کیا  
 تجھے موجود پا کر لیا مجھ کو جو کہ تاتھا ۱۴ ترے سجدوں سے طلب تھا مکان و کائنات کیا  
 نہ تیری دگر دیکھی نہ تیرا سنگ دیکھا

مقامِ بندگی سے میں گزرا ہوں نہ گزرا ۱۵ یہ امتیازِ ربوبیت ہے جو میرے لئے موزوں  
 مزے کی بات ہے بندہ ناتم و غلامیوں ۱۶ تھا اسے سنگ در کو سطح اب سنگ و کھجول  
 جہاں سجد کیا میں نے جہیں کوشش کی دیکھا

تو چہ میری نظر کے منتظر اکشہ ۱۷ کچھ ایسے حسن کے انداز میں لہا تہ چھپک  
 میں لطف اندوز تھا ایسا تجلیات کی زد ۱۸ تصور کی خدا کو ناز تھا جن کی تجلی پر  
 نظر والوں نے اُن جلوں کو نہ نظر دیکھا

کوئی کیا زندگی کرتا ملی بھی زندگی اہی ۱۹ ندامتِ طرح گھیرے ہوئے تھی نہ شکر  
 کہ رہا تھا یہ حال میں ثابت قدم تھا ۲۰ عجب منزل تھی اسے سیلاب اپنی منزل کی  
 نہ دم لینے کی فرصت تھی نہ بار سفر دیکھا

اک بات انوکھی ہے نادر  
کیا محبوب بنی ہے بارہری  
نور ہے ہر ایک کے نوکھری  
مطمح چار، اٹھائی گرائی  
چھوے تجھے اسے ساہری

دوناٹ لگے ہیں تھپت اندر  
کھانڈے ہیں کے دربان  
اک اس خیال کا پردہ ہے  
اوان کاٹے کے کھار ہے  
اور کھات میں نفس ناپ ہے  
ہشیار کہیں لٹ جائے دگر  
کہ شوق کو تو اپنے رہبر  
دیدار کا گوشہ ہمراہ کر  
ایسا ہوسافر باندھ کر  
یوں عشق کی منزل کو سر کر  
اٹھ بھور مجبور ہے دور سفر

قلپنے ہی تن کی نادر بنا  
تو دم کی ندی میں اس کو چلا  
ادمن کے معنور سے سڑا  
طوفانِ خوری سے اس کو بچا

لے نام گرد کا پار اتر  
اس محل میں لکھنڈائی  
برجی پیل چا تر مستوالی  
چرخ پیہن جوڑا بھاری  
پچیس بناوے نو نیاری

ہے رنگ نکلی شام و سحر  
رنگین کو ہے جوں لعل  
اس کی اداسی میں بھالے  
لکھنڈائی اور شہر  
بجے بھال گمبہ ہاتھ آ

ہرے میں بسو ہے شام سحر

ست گردنِ نعلِ بکا پیایا کشتی جی قلمِ بدستِ والا  
 چیلے بیانی ملا ہے لامِ رویا ہریالا،  
 تن مٹھ میں بنا کو من مندر

☆  
 پھپھی ہو گھٹ ہے گھس چار  
 بنی تھ کوڑیاں کٹھے کی رچی ہے بچتی بازی،  
 محمد، فاطمہ اور علی حسین اور نام حسن کھیل  
 او کھیلن والی ذرا ہشیار  
 نزد چورنگی عناصر کی ہے ندی ذاتِ وہالی،  
 گللابی وحدت رنگ والی ہری کشتی ہے ہریالی  
 ہے سلی فیکن کا اظہار  
 خواص ہے پانچ تخت گن انوکھے دین میں چھ سُن  
 دہی کھیلے کا جو ہے درجن نہ اس کو پنا سکون پن  
 ہے دوس دم کی بیدار مار  
 یہ چہرہ گھر تو گرد کو تہا نزد تن سمجھ تو کہنا مان،  
 چھٹا چہرہ تو پی نادان تم دم کے ہتھ کار کھیلان  
 کہیں ہو جاے نہ تیری ہار،  
 سکمی ری من کی ہلاکتی ہے دس میں بازی رہی تھی  
 نزد رہ جانے بے توڑی پریم کی پاؤ اگر چھوڑی



ترے سر کو کہہ ہے اور ہار !  
 ہے بازی تین میں تین تیرہ  
 بھل کر ملتا ہے گھر مٹا  
 تو کہنا ان کے کشفی کا  
 تو ڈال اور چوڑا ہو حبابا

★

بت طست از ترک لالہ فام  
 بہر شوقی نو یک نو نظم  
 گہار نوا لہجہ شوخی طراز  
 رخ زمیں کے او کان حکمت  
 چرخ غمور اک سیب خفاں  
 قباحت وادایکان ناز  
 صف کیوے مشکیں خوشنماں  
 نظر اودہستی برستی  
 نقش قسم یک تجلی  
 زرد مکن قباے لامالی  
 تر حرم فی سبیل انشتر تر حرم  
 سلام شوق اے عجباب  
 بہر انداز سرتاپا خرام  
 بہر انداز لغزش صبح و شام  
 طاسم زیب فستہ کام  
 پیش منقعل ماہ تمام  
 خوشابخت ہیں ماہ تمام  
 دوبارے تو شجر بے نیام  
 بہر یک تیج و خم برسم نظام  
 دو چشم رفسوں لبر لہ جام  
 بہر راہ گزر او جلوہ تمام  
 عظیم المرتبت ذی احترام  
 کرم مکن بندہ پرور نیک نام  
 بھٹک یک نظر حاضر غلام  
 غلامان عن سلام سید افضل  
 ذلیل و خوار اس کشفی عن سلام

خالق و بندہ نواز و بندہ پرور بندہ گر

لا شریک و وحدہ اے موجد الخیر و شر

نوبہار احدیت وجہ مسلم با الیقین

پیکر تزیینہ اے روح رواں نور البصر

منتہی العابدین اے مرجع ذات و صفات

اے کریم کار ساز و مالک خیر البشر

سطوت ذات مقدس شان رعب ذوالجلال

اے ضیاء مہر تاباں باعث شق القمر

منظر ہستی لا موجود معنی وجود

اول آخر و ظاہر باطن المختصر

مصدر فیضان لا محدود اسرار انا

اے لزوم ذات اقدس امر و امکان البحر

کشفی بے ساز و سامان مفلس و غربت نصیب

صرف او تکیہ کند بر ذات تو المختصر

خالق و بندہ نواز و بندہ پرور بندہ گر ۱ لا شریک و عدل اے موجد و سرور  
 نو بہارِ احدیت و جہلم بالیقین پیکرِ تنزیہ اے لوحِ رواں نور  
 منتہی العابدین اے مرجع ذاتِ صفات اے کریم کار ساز و مالکِ سیرات  
 سطوتِ ذاتِ مقدس شایعِ رز و اجل اے ضیاءِ مہر تاباں باعثِ شرف  
 منظرِ سیرتی لا موجود معنی و جود اولِ آخر و ظاہر باطن بالاختصاص  
 مصدق فیضانِ لا محدود اسرارِ انا اے لزوم ذاتِ اقدس امرِ امکا  
 کشفی اے ساز و سامانِ مفلح و غریب  
 صرف او تکمیلِ کتب و ذاتِ تو المختصر



یا شہنشاہِ دوسرا دے      بہرِ حسین وفا طمہ دے  
 اے قادی تقریبِ قوسین      شانِ نجمِ ازاہوی دے  
 سیرِ انریٰ بعدِ لیلہ      صاحبِ منزلِ دلی دے  
 جاوہِ عینِ ذاتِ احدیت      وجہِ تخلیقِ ماسوا دے  
 کشتیٰ من صیہِ عصیاں      غرقِ طوفانِ محمدؐ دے  
 حالِ زارِ امِ سیرِ حیرانی      درِ غمِ ورنجِ مبتدا دے  
 واعفنا خطا کشفی را ؛  
 یا علیؑ بہرِ مصطفیٰ دے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

آدمی یکِ محرم اسرار شد      بے خطا مجرم شد و بردار شد  
 جذبہٴ ذوقِ انما بے خودی      خود بخود مسا سرِ بازار شد  
 صورتِ محرم و مجرم یک بود      منتہا بانگِ لہا بردار شد  
 گفت الانسان سیری شانِ او      چونک انساں واقع اسرار شد  
 کیفیاتِ بچکوں صورتِ بیانت      بالیقین انساں مزاجِ یار شد  
 فہم کن تو کشفِ شانِ نزول  
 خود بخود بے کیف و کم اظہار شد

کے کہ لہزش بہ ستارہ دار می آید غریب مستی و لہ ہوشیار می آید  
 نوید فصل گلستاں شایخچہ گل بر رنگ صورت باد بہار تا می آید  
 بیاں چہ شد کہ بہر دور تازہ کیفیت مدام مست بہ زندانہ وار می آید  
 بعیر ساغر و خم جام و مینا و بادہ بہر زلال نفس یک خمار می آید  
 بہ رنگ آمد و شد کشفیہ ادا بہ ادا  
 گنار لہ العجب و فتہ کار می آید

ذوق تحریک تعلق بہ کلام دارد معنی صوت بہ ہر رنگ پیام دارد  
 بے حجابانہ روش نیست نہ طراش و شوش بہ اداس بہت طناز خرم دارد  
 لعلہ عارض رنگیں بہ نخل ماہ و مہر خرم و چم کیوسے او صبح و شام دارد  
 چہ بیاں کردم و زائد کہ شور مستی ہر نفس با خبر دست مدام دارد  
 بے چگون، بوا العجب و غیب بہریت کشفی  
 بیچ نام نہ نشان نہ مقام دارد

دلہم بردی اولے فستہ کار کند وارفہ و بے اخت پیار  
 سکوں مجروح گھال ضبط نالہ بہر اندازہ پیکاں دلی فگار  
 لب زخم نہاں محو ترنم بہ شد گیتی دل باغ و بہار  
 روش طست از یک مستانہ شوخی بغض پس گردش میل و نہار  
 ز تابانی موج خالی رگسب مہر سرد گر بیاں شد مسار

به الطاف تو خود ساقی والا عطا آن کیفیت کن پر خمار  
 نهد میاد، در سترک گیسو  
 بلاخر مرغ دل کشتی سکار

به رنگ آمد و شد طرز بیگانه می آئی	به دم نوباس شکل معشوقانه می آئی
ادالته از رندان روش پر کیفیت شوئی	به هر لحاظ بت عیار معیارانه می آئی
نظر در دیده طرز به حجاب آینه رخسار	قباحت و کمر بسته عجب ترکانه می آئی
عبادت گاه زندان دل حرم طاق ابرو	که بر سر سجده تحفه جلوه جانانه می آئی
منم آن خود رستم رستم و مستم و مستم	خوشا بر من سلام ساقی میخامی آئی
بدر می خورم و خورم و خورم و خورم	ادله پاش شان بواجب ستانه می آئی

خمار آلوده شدم و مست ناز پاشها لغزش  
 امام الوقت کشتی مغل زندانه می آئی

کلیسا، مندر و تخته، بت، صنم، همداوست	که شیخ و برمن و معبد و حرم همه اوست
همه اوست یعنی؟ ظهور و آمد و شد	تو بر زبان نیاید دزدی فهم همه اوست
همه اوست نه گفت و شنید هیچ همه	این ستر ستر نهانست پس فهم همه اوست
همه اوست همه است این وجود و شهود	صدای هرگز جان زیریم فهم همه اوست
منم همه و منم اوست از اوست منم	چو راز بواجب پس منم منم همه اوست
حیات و علم و اراده، سمع بصیر، قدرت	کلام و عقل و دل و جان و تن فهم همه اوست

سهل یک الف آدم ثلثه حاء صو هجی خوش انزاکت انداز پیچ و خم همه اوست  
همه در همه پنهان و اوست پنهان اوست  
تو لب کشالی کن کشفیا فهم همه اوست

بیطف خود غایت حسام کردی مرا عقل و خرد را حسام کردی  
سلامت باش تو لای عشق ناز جزاک الله مرا گشت حسام کردی  
خوشتر ازندی فدایت تنگ و نامم خوشتر ازنجب بحیر احسام کردی  
الف لام میم رمز عاشقانست درین سه منزل قیام کردی  
ظهور ذات اقدس همه عالم  
تو کشفی نا فهم بدنام کردی

قل هو الله صورته باقیه قل هو الله صورته باقیه  
احمد هست عین ذات احدی با اقیق لا اله الا الله  
ای شمع حسن ناز عشوه گیر سر وقت مر حبا جزاک الله  
چشم مازن غ شورش فست ز گرت نظر در دل برد و الله  
برین زار یک نظر من را لے نظر باز فی سبیل الله  
گفت گفته آگه راز پنهانست فاش میگویش توئی و الله  
من سر ایسه لا اله الا الله تو لب اما وجود الا الله  
ای سر در دل کن فیکن بزم کونین انجن آرا



# لا ماست معنی کشفی یکشد عقده خفا و اتمه

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولایان سجانی شاہ بیابانی رفاقی القادری۔

منہ مستم و لکن در خیال یاری قسم  
چہ کشفی اس بلا تو شمع حور و قسم سوئے شفا  
چہ برسی تو مرا ہستم مثال صورت اجلاں  
منہ جبروت علی غل ثانی شکل آیت  
چہ برسی راز پنہاں ذمہ شمع شیدا  
نمیدانم چہ کشفی است من نمیدانم مسلمانی  
منہ کشفی منہ خود ہم کشفی صورت کشفی  
بہ بود کسوت ناسوت من ہر بار قسم

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولایان سجانی شاہ بیابانی رفاقی القادری۔

سر ایکنٹ کنرا معنی لاطل زردانی  
خیالی بیانی چمن بچوں اشان بختانی  
روز گن روزی ذات عبد القادری تھی  
تو جان جان جاننازل ناز ناز بختوان  
توئی مادی توئی طاعت توئی مقصد توئی دانا  
گنہگارم پریشاں غم غم بکشم زارم  
ہیں امت قلم دیں کلمہ بیان مقصد کشفی  
توئی سر الہی الہی الدین جیلانی  
سر ایکنٹ الہی توئی محبوب سجانی  
صفات احمدیہ میم توئی نفس سجانی  
سر اپنا نشان بوجہ مطلوب لسانی  
سلاو بیکساں راغوش غم نظریانی  
کریم کن فی سبیل اللہ بجا لغوث صمدانی  
بلا کسوت است ایمان توئی محبوب سجانی

نہ کیوں دل ہوشیار دینہ ۲ کہ جلتے ہیں چراغان دینہ  
 وہ کچھ نظروں میں یوں گھل مل رہا  
 دل بے تاب کی بے تابوں میں سما جاتے ہیں ارمان دینہ  
 منہ کیوں نہ ہوں گے دیدہ و دل تجلی گئی ہیں جانان دینہ  
 دم آنکھوں میں لکھتے ہوئے منزل کرب آگے فرمان دینہ  
 رسول اکرم جس کے میرزاں ہیں نہ کیوں ہم ہوں گے مہمان دینہ  
 چلو اب ہند سے کشمیری چلیں گے  
 ہوئی ہے یاد سلطان دینہ

ہیں دونوں بہاؤں پر تو انوار محمد ۳ گھیرا ہوا عالم کو ہے پکار محمد  
 ہر رنگ خدا کی ہے کچھ اسرار محمد اک معنی قرآن ہے گفتار محمد  
 اک نور کا خط ہے قلم الہی محمد اک ہو ہو رہے ہیں رخ انوار محمد  
 کہتی ہیں الامان ہے بے ساختگی انکی اک شان ہی ہے شان اسرار محمد  
 وہاں ہیں کائنات کی ہر شے تسلیم اشر کی اک شان ہے سرکار محمد  
 جس سے ہم کو نظر آتی ہے حقیقت آفتاب ہے یہ گر مئی بازار محمد  
 گو لاکھ نکلے میں گشتکار ہوں کشمیری  
 پر ہوں تو ہی بندہ سب کا محمد

یہ سوچتی ہے اب ہم دینہ چلیں گے ۴ یہ دل میں مٹنی ہے نئی سے چلیں گے

وہ ہر کام برائے گم کو لینے اُدھر سے اُدھر نکلتے جتے ہیں گے  
 کبھی صدقہ ہو کر کبھی ہو کے پاؤں کسی دُوب سے ہم کو نواہی ہو گے  
 اُدھر اپنی بیک کی ہر صدا پر اُدھر امتی اُتی وہ ہمیں گے  
 وہ ہوں گے اُدھر جلوہ گر جالیوں سے کہ جب ہم اُدھر سے نظر کرینگے  
 بلاشبہ شاہِ مدینہؐ نے کشمکش  
 چلو ہند سے اب مدینہ چلیں گے

حضرت خواجہ بدایونی المعروف ابولیان سجانی شاہِ بابائی رفاقی قادری۔

فیضِ نورِ خدا دینے میں ۵ رحمتوں کی گھٹا دینے میں  
 معنی ذاتِ پیکرِ وحدت شانِ الٰہی انا دینے میں  
 جس کو کعبہ میں ڈھونڈتی تھی نظر وہ نظرِ یگ دینے میں  
 جس کا دربارِ عام ہے کعبہ اس کا خلوت کدہ دینے میں  
 حسن سے جس کے دو جہاں روشن وہ میں دلربا دینے میں  
 متحلیٰ تجلیاں پیسم! وہ میر پورِ ضیاء دینے میں  
 جو خدا کی خدا کی میں نہیں ہے وہ فضلِ خدا دینے میں  
 افضل الانبیاء ہے جن کا نام وہ رسولِ خدا دینے میں  
 سچ کہیے گویا وصالِ نبی جلوہ گر ہے خدا دینے میں  
 راتِ ملاح، نیتِ نئے دنِ عید زندگی کا مزہ دینے میں  
 دولتِ دو جہاں سے مالا مال ہو گیا، جو گیا دینے میں  
 بات کہیے میں وہ کہاں؟ ہم کو جو ملا ہے مزہ دینے میں

ہم نے لوٹا ہر ایک مسجد میں      ہمدردی کا مزہ دینے میں  
 فضل ہے، دین ہے، عطا کرم      جو بھی مانگے ملا دینے میں  
 تھے ہر اک رنج و غم سے ہم آزاد      دل کچھ ایسا لگا دینے میں  
 تھے معنوری میں یوں نہا ہم پر      فضل سرکار کا دینے میں  
 یوں نبی اسے تعارفات دل کشتی  
 آمنت سامنا دینے میں

نہ تم سب میں نہ تم سے جدا ہیں ۶ حقیقت ہے ہر وحدت خدا میں  
 یہ ہونا ہے نہ ہونے کے برابر      بلے نام میں ہم اور کیا ہیں  
 سما لینے کو ہم جلوے تمہارے      دکھانے منہ تمہارا آئینہ ہیں  
 نہ ناقص اور نہ کامل نہ قادر اور نہ مجبور      اگر میں بھی تو بس نام خدا ہیں  
 چمکتے ہی زباں سے غیب ہوگی      ابی ہم جانتے ہیں آپ کیا ہیں  
 رجا اور خوف سے گزر دھبی کشتی  
 یہ خیر و شر کے ٹھکانے اور کیا ہیں

وہ جلوہ ریز تو دل جلوہ گاہِ ناز بھی ہے      ہر ایک دید میں یوں ناز و نیاز بھی ہے  
 سر نیاز بھی ہے اور عروجِ ناز بھی ہے      خوشالعیب جو سجدوں کے فرار بھی ہے  
 نہ گم ہو جلوں میں جلوں کے دیکھنے بلے      ضرور اس میں کر پوشیدہ کوئی راز بھی ہے  
 آنھر جو ہو گئے کچھ ایسے وہ مالِ بہ کرم  
 امید دامن کشتی ابھر دراز بھی ہے



سرکار کے جلوں کی نضار دیکھ رہا ہوں ۸ اک نور کے عالم کا سما دیکھ رہا ہوں  
 اشر سے یہ تیرا نور محمدؐ — ہر فہ کو اک طور نما دیکھ رہا ہوں  
 ہر کام یہ آنکھوں سے بوجھ جاتے ہیں مجھے یوں لگے نقوش کف پا دیکھ رہا ہوں  
 جالی کے قریں جاکے گری جاتی ہیں نظریں حیرت سی ہے خاموش کھڑا دیکھ رہا ہوں  
 یہ عیت سلطت یہ بڑائی یہ تدبیر — اک شان خدا ہے مجھ ادا دیکھ رہا ہوں  
 گم ہوش میں، پورنگ نظر عقل ہے مست اک کویا ہر اس ہوں کھڑا دیکھ رہا ہوں  
 دین، یہ الطاف و کرم اور یہ بڑائی؛ یہاں مقصد کو صبر — ادا دیکھ رہا ہوں  
 اب دیکھئے کیا ریتے ہیں سرکارِ مدینہ منہ نکلتے ہیں پچاسا کھڑا دیکھ رہا ہوں  
 بندہ کے طواف اور کعبی جالی کے نظارے کج اپنے مقصد کا رکھا دیکھ رہا ہوں  
 کیوں گرم مقاصد ہو آغوشِ حسن  
 ہر ناکہ کشفی کو دسا دیکھ رہا ہوں

ترا منظر ذات والا لقاب ہے ۹ تو شانِ خدا ہے تو صورت میں کج  
 پتہ چل رہا ہے حری ہر اداسے خدا اگر نہیں ہے خدائی کا ڈھب  
 تجھ پر ہے، گم ہوش میں، عقل عاجز یہ قمری عدم سانگی کچھ عجیب ہے  
 اگر راز افشا و سر بزم گردوں ہے مانع تجاب اور پاس ادب  
 پتہ کنت کنز اسے ہے صاف ظاہر سو اکوئی تیرے نہ جب تھا نہ اب  
 ہے کافی مجھے غز الفتح و غزریٰ یہ حسن طلب ہے جو اک لے طلب ہے  
 یہ میں صرف کشفی کی سودا کی باتیں  
 وہ ہے ایک دیوانہ اپنے میں کہ ہے

ہو گئی جب سے محبت آپ کی ۱۰ کھینچ گئی نظر میں صودت آپ کی  
 آپ ظاہر میں ہیں کچھ باطن میں کچھ ۱۱ لہو العجب ہے رنگ حالت آپ کی  
 شکل انساں اور یہ بے سایہ گی ۱۲ ایک خیر سے نبوت آپ کی  
 صرف دکھانے کو تھی اک عبدیت ۱۳ اک بناوٹ تھی یہ حضرت آپ کی  
 ہے روبرو بیت کے سارے رنگ ڈھنگ ۱۴ خالقانہ ہر وجہ بہت آپ کی  
 ایک سہرا پانچ دہائی کا چین ۱۵ ہر اداء اک لاناہیت آپ کی  
 ہے یہی کشتی کمال انتہا  
 ہو گئی حب کو بھی رویت آپ کی

یوں ہی بیت میں غلام ہو جائے ۱۱ کہ صبح و شام نبی کا سلام ہو جائے  
 کرم جو آپ کے ہو جائے گے ادھر آتا ۱۲ در حضور یہ حاضر غلام ہو جائے  
 ہوا اس سے بڑھ کے کسرا اور کیا آج ۱۳ اگر تمہارے غلاموں میں نام ہو جائے  
 تصویرِ احمد میں ہو نمود سحر ۱۴ خیال زلف محمد میں شام ہو جائے  
 اگر کرم ہے تمہارا تو پھر تقدیر کیا  
 ہے نام آپ کا، کشتی کا کام ہو جائے

ستر و جود عالم امکان تمہیں تو ہو ۱۳ وہ نمود حضرت انساں تمہیں تو ہو  
 زیب جبین قسمت آدم وہ کون تھے ۱۴ اتوں وہ امانت نیشاں تمہیں تو ہو  
 وہ جس کے معج نور سے یہ کائنات ہے ۱۵ وہ سرخی عبارت عنوان تمہیں تو ہو

جس کی دنیا سے سو گئے ظلمات کفرِ گم  
 اومات ہیں یہ صورتِ خلقِ اس کے  
 حسنِ نزولِ جس کا فریبِ بودیت  
 راسبتِ وجہِ لزوماتِ امرِ کن  
 کلِ امرِ کی طلعتِ زمائے ہی لعل  
 وہ سن، وہ حقیقتِ نہایت نہیں تو ہو  
 کشتیِ نظر سے کہتی ہے ہر فوقِ آہی  
 وہ دیدہ زیب بادِ خوباں نہیں تو ہو

زباںِ قاسم ہے کہنے سے مرے سر کا گیت  
 یہ بکھنک باتیں ہیں کہ محبوبِ خفا ہے  
 شبابِ سن پر کثرت سے جب فصلِ بہار آئی  
 سہارا ہے میم، احمدِ عشرِ علی پر  
 ہوتے ہم تو محفلِ حباتِ حقیقتِ سن کی  
 جو بے سایہ ہو پھر اس کو لبش کہنا ہے بدنی  
 ۱۳ خدائی کا تو سجِ درج ہے کہوں کیسے خدا ٹھہرے  
 حقیقت میں اگر دیکھو تو ذاتِ کبریا ٹھہرے  
 خود اپنے رنگ اپنے روپ میں جا بجا ٹھہرے  
 محمدِ مرز میں، محمود فی تحتِ لثری ٹھہرے  
 جوان کے رنگ چھپانے کو ہیں اک اسرا ٹھہرے  
 کہوں گر حکیم ہو اس کا روالا آپ کیا ٹھہرے  
 تماشہ گاہِ عالم میں ہے جو بڑی کیا برابر کی  
 جو وہ بستہ نا ٹھہرے تو کشتیِ رنٹ ٹھہرے

دامنِ گیسویں گرفتِ ارم کن کے ان کے  
 دامنِ گیسویں گرفتِ ارم کن کے ان کے  
 ۱۴ ایک بے جرم خطا دار میں کن کے ان کے  
 ہم مہرِ حال اگر قرار میں کن کے ان کے

اتنا مقدور کہاں! اور ہم اُن کے عاشق  
دل میں پوشیدہ مگر یہاں کہاں کہ اُن کے  
یہ قریب نہ قریب سے بھی ہوتے ہیں  
بانہر بست جوئے تو اُن میں کہ اُن کے  
دلف کے دام لگے اور اُن کے بھرے  
یوں نظر بند گرفت اُن میں کہ اُن کے  
ہم جو رسوا ہیں تو کیسی نئی بات ہے  
یہ جو صبر سرباز اُن میں کہ اُن کے  
اُن کے جو چاہتے تھے وہ کشتی میں ہی  
جہاندار اور دشت دار ہیں کہ اُن کے

پہلے پہل پہیں یہ اُن کے ہمارے ۱۵ ہم اُن کی جیت سے ہر وقت ہمارے  
تمہاری لاش کی کاغذی سلامہ  
گھڑی بھر بھی جدا تم سے نہیں ہم  
عدم المثل میں ہم سب تمہارے  
جود ہم موت ہم تو ہم سب تمہارے  
یہ سارے مٹیل یہ اُن سے تمہارے  
یہ ڈیل و ڈول قیل و قال حسب  
یہ گس کے ہیں تمہارے یا سہارے  
کچھ اُن کے ساتھ ہم اس طرح ہیں  
کہ جسے چاند کے اطراف تارے  
اسے دیدار حق آٹھوں پہرے  
جو کشتی خود پرستی میں گزرا ہے

دل میں بیتاب ہے ترا و صیان رسولؐ ۱۶ اور لب پر بھی ہے ہر آن رسولؐ علیؑ  
تاج لولاک لما آپ کے ہے زبیر  
آپ کی شان سے ہے شان خدا کی ظاہر  
تیرے غلبین مبارک کے کھلی بات یہ ہے  
سب رسولوں کے میں سلطان رسولؐ علیؑ  
شان والوں میں اُن کی شان رسولؐ علیؑ  
بڑھ گئی عرش کی تھی شان سلطانؐ علیؑ



تجھ سے ثابت ہو تو ریت بنو روایل  
وہ میرے صاحبِ قرآن رسولِ عربیؐ  
رہ گئے صبحِ چہارم پہ چاہِ عیسیٰ  
ہیں تاکے تھے دریاں کھل عربیؐ  
قسمِ امیر کی درد نہ کہ مقابلِ تیرے  
پستِ عرش کی بھونٹاں کھل عربیؐ  
فخرِ دلِ شاہِ رسلِ سید کی مدنیؐ  
از تجلی رہ ایمان رسولِ عربیؐ

تیری تصویرِ خیالی یہ ہمیشہ ہر دم  
جانِ کشفی کی ہے قربان رسولِ عربیؐ

یاد لگے مشہرِ ارازم نے سونے نہ دیا  
یار کے حسن کے اذکار نے سونے نہ دیا  
دردِ دل، دردِ جگر، عدمِ فرقے کے سوا  
یا سچل دل بیمار نے سونے نہ دیا  
نام سنتے ہی یہاں چلتے ہیں اڑے دل پر  
اے مؤذنِ تری لکھار نے سونے نہ دیا  
آہ کی نالہ کی تکرار نے سونے نہ دیا  
بے قراروں کو میسر ہے بھلا چین کہاں  
وہ تری آہٹِ رفیقار نے سونے نہ دیا  
کون سے دن شہِ لعلیؐ کی زیارت ہوگی  
مجھ کو کشفی اپنی افکار نے سونے نہ دیا

جو ہم در پر حضرت کے آئے ہوئے ہیں  
۱۸ حزیں دلوں بھی ساتھ لائے ہوئے ہیں  
نہ پھر رہیں در سے اے شاہِ والا  
بڑا نام سن کر ہم آئے ہوئے ہیں  
بدھردِ حققتا ہوں انہیں کلبہِ جبرہ  
وہ کچھ ایسے من میں لکھے ہوئے ہیں  
جسے لوگ کہتے ہیں دنیا دِ عقیبہ  
یہ نقشہ تہا ہے بنا ہے مجھ پر

گزرے غیر کا کس طرح ہو یہ سہریں      تصور تمہارا جلائے ہوئے ہیں  
 مہینہ کی گستی میں طہری بلالو      غم کے ہم ستائے ہوئے ہیں  
 یہی کہتے ہیں چوم کر عرشِ طائے      پہن کر وہ انگلیں آئے ہوئے ہیں  
 کریں خوف کیوں حشر کا دیشنی      غلام محمد کہتے ہوئے ہیں

کچھ کو ج نہیں اس کا کہاں وہ کدھر ۱۹      مجبور تجسس ہے تو مس زور نظر ہے  
 کچھ اپنے سوا کچھ کو نظری نہیں آنا      اُنہ تماں ہے یا حد نظر ہے  
 موقوف نہیں چار عناصری توفیر      دیکھو توجہ صہم میں خدائی بھی آدھر ہے  
 کہتے ہیں فنا کو قاتل نام ہے کس کا      وہ شامِ محبت ہے تو یہ وقتِ بھر ہے  
 کچھ اپنے کو ڈھونڈا الوتہ اس کا چلا      عالم سے اٹھامرا اندازِ نظر ہے  
 ہم ہی نہیں اک حلقہ گوشِ شمعِ حلاج      جبریل بھی بانڈھے ہوئے موجود کمر ہے  
 کشتی یہ اثر ہے سبقِ من عرفہ کا  
 معلوم مجھے اب جو دو عالم کی خبر ہے

گھر عشقِ رسولِ عربی کا مراد ہے ۲۰      اے اہلِ نظر عشقِ مصطفیٰ مراد ہے  
 ہر لحظہ میں مجھے قرب نہیں کا      وہ دہیں ہیں لبِ کعبہ کا کعبہ مراد ہے  
 کیا جانے کوئی جانتے ہیں کائنات والے      اسرارِ حقیقت کا خیر مراد ہے  
 جاتے ہو ہر طورِ عبث حضرتِ موسیٰ      کہتے ہیں جسے طور وہ گویا مراد ہے

لا میں جو مولا گم تو اللہ میں در آیا تصویر اللہ کا سراپا مراد ہے  
 ہوں رند پیا کرتا ہوں بادہ عرفان ہاں بادہ و پیمانہ و صہیا مراد ہے  
 آئینہ قدرت ہے یہ دل دیکھئے کشتی  
 تنزیہ میں ہر صورت معنی مراد ہے

بلکہ کبھی لائیے شریفانہ بھی ۲۱ ویران ہے مدت ہو آباد یہ گھر بھی  
 ارمان یہ دل کہ ہے رہوں آگے نہ چکا ہو آٹھوں پہ آگے قد مولیٰ یہ بھی  
 کہیں میں بھی اس طرح ادا ہو مراد ہے سر میں ہو خیال کہ کس سجدہ میں سر بھی  
 اسے جذبہ دل کچھ تو بتا اپنی بھی تاثیر ہو جائے کسی روز مدینہ کا سفر بھی  
 اک ہم ہی نہیں ان کی غلامی میں ہے کشتی  
 ہمراہ تھے باندھے ہوئے پیر مل کر بھی

وصف روئے شہر ارار جو سن پاتی ہے ۲۲ مرغ بل کی طرح روح چکر کرتی ہے  
 لوگ ہر سمت سے آتے ہیں اکسلیے ہائے ناکائی شمت مجھے تر ساتی ہے  
 آج کچھ لاتی ہے حسن و جمال احمد شوخیاں کرتی ہوئی باد صبا آتی ہے  
 کس کو نہ کھنڈیں کھنڈیں تو کھنڈ دیں شہر بل کی ہر اک دل کو ادا بھاتی ہے  
 شہر بل کی کوچلیں ہند سے آئے کشتی  
 دل کو اب احمد مختار کی یاد آتی ہے

جو گھٹ جہاں تو ظہر ہوں جو بڑے جاوے نہ پائوں  
 نہ آئے کسی حاکم کی نگاہ میں وہ سب ہوں  
 ہے پوشیدہ ہر اک اظہر میں میری وہ نگاہوں  
 ہر عالم میں یہ دنیا عالم ہوں وہ نایاب دنیا ہوں  
 میں اپنی کائنات میں ایسا آئینہ ہوں  
 جہاں آئینہ نہ ملے میں گویا اک تماشہ ہوں  
 دو عالم انقضائے کیفیات میں جبکہ وہ جلوہ ہوں  
 نظر میری یہ ہو رہی آنکھ ہو چکر دیکھ میں کیا ہوں  
 ہر صورت میں ہو رہی پنہاں نہ پیدا ہوں  
 کہ سر جانے نہ پہچانے نہ جانے میں وہ سودا ہوں  
 بظاہر اک خمبہ جو ہر افساد ہوں کھٹکتی  
 حقیقت میں ہوں محمود کماست وعدہ لڑا ہوں

ترقی اور منزل کے تھپڑوں کا تماشہ ہوں  
 میں اک قید زندگی و دوری سے منزہ ہوں  
 یہ شکل نقش آبی حالی جذبات دریا ہوں  
 لہر و مہم آسماں و رنگ سہرہ جن کیا ہوں  
 نہ میں پیدا کسی سے ہوں نہ کوئی مجھ سے پیدا ہے  
 سب آئینے مرآت تک ہے میں فرط حیرت سے  
 مجھی پر حسن عاشق، عشق بھی میرا ہی دیوانہ  
 کمال دید جب ہے دیکھ الیاد رکھنے والے  
 یہ وحدت اور کثرت اعتبارات تعین ہیں !  
 میری کیفیت کا دور ہے اک دودھ پالیاں  
 بظاہر اک خمبہ جو ہر افساد ہوں کھٹکتی  
 حقیقت میں ہوں محمود کماست وعدہ لڑا ہوں

ہے جتنی غم مخمبہ اتنی زیادہ !  
 کہوں میں یہ کہیں اس سے زیادہ  
 حقیقت میں ہوں لیکن نور زادہ  
 ٹانگہ میرے لگے سر نہ سادہ  
 گھر سے دیکھنے کو یہ صاف سادہ  
 ہے کشتی و دامن رست کشادہ

حقیقت میری شیئاً اذ ارادہ !  
 میں وہ سرخی عنوان ازل ہوں  
 بظاہر ہوں تو اک مٹی کی موریت  
 کہ ہوں وہ اعلیٰ عالی مرتب  
 ہے انسان ایک لایکل مسکن  
 یہ اپنی ہی سبب کا دی کے بل پر



دُعا کی گئی جو دکھلا دے گئے جان وہ ہم جسم کسائے گئے  
 لڑنا دل کا ہوئی تمہیں لڑ جو بھی تھے ساتھی وہ ہم سائے گئے  
 حد سے جب گزرتے تو عقدہ کھلا انہیں ہم اور ہم میں وہ پائے گئے  
 خود فراموشی کچھ ایسی ہو گئی اس طرح وہ ہم میں چھائے گئے  
 کشتِ دم میں پیاری صورتیں گو بظاہر غیب کسائے گئے  
 رہ کے نظروں میں چلتے ہیں نظر آپ تو ہر دوپ میں پائے گئے  
 کب گئے جس روز ان کے ہاتھ پر ہم اسی دن سے ہوئے اُٹے گئے  
 جنکو ہم سمجھتے تھے ہم نفس وہ اہائے مہنوا پائے گئے

آپ کے چال و چلن ہوں جانتا  
 آپ جو کشتی سے شرابے گئے

میں اُن کی نظر میں ہوں وہ میری نظریں وہ گھر میں میرے اور خدائی میرے گھر میں!  
 دل میں میرے کعبے اور آنکھوں میں مدینہ ہے آنکھوں میں ہر جہ و زیارت مجھے گھر میں  
 کچھ اپنی خبر ہے نہ خبر ہے خبری کی جو دم بہ دم اک دید کا عالم میری نظر میں  
 تو غر خودی ہو کے ذرا سوچا کچھ دیکھو باہر بھی نہیں گھر کے نہ رہتا ہے گھر میں  
 تو دھونڈ کر اس کو تار ویدہ نشیں ہے خود حاضر و ناظر وہ بصیرت ہے بصیرت میں  
 میں اپنی ہی وحدت سے کثرت بناتا یہ میری روئیں میں یہ سب میرے اثر میں

وہ مجھ میں ہیں میں اُن میں میں اس طرح سے کشتی  
 جس طرح سے اک بلبل پہ بھریں

میں دم کو جو ذات خدا جانتا ہوں      تو آدم کو نام خدا جانتا ہوں  
 خدا کس کو جانوں کہوں کس کو بندہ      میں ذات و صفت ایک سا جانتا ہوں  
 میں کچھ ایسا کھو رہا ہوں غوری میں      نہ خود کو نہ یاد خدا جانتا ہوں  
 کھلے سخن اقرب کے اسرار میں دم      ہوا آشنائے صدا جانتا ہوں  
 کچھ ایسا مجھے خود پرستی نے گھیرا      میں مذہب و ملت کو کیا جانتا ہوں  
 ہے دیدار حق اسکو جو خود سے گزرا      اسے فخر کا راستہ جانتا ہوں

ہوتے سے کثرت میں آنا جانا!  
 نہ کشتی میں اس کے سوا جانا ہوں

نہ مجھ پر نشان میں میری کثرت ہے نشان      کسی کو بھی نہیں ہے آج تک شان گداں میرا  
 زمانہ مجھ میں رہ کر بھی زمانہ مجھ کو ڈھونڈے      تجھے بھی سے پوچھتا ہے پھر نشان میرا  
 حقیقت میری دم سے اور آدم صورت میں ہے      اظہار ہوں عجب اور دم لوح رواں میرا  
 ہمارے نخل وحدت ہوں لہر والی ڈالی ہے      جو ہے آبادی کثرت وہی ہے گلستان میرا  
 بس ان کے میں والے ٹھوں پھر سچے گھر نہیں      نہ کوئی میری منزل اور نہ کوئی کاروان میرا  
 نہیں ملتی ہے صورت کسی کی دھڑکی صورت      ثبوت لاشرکی اور یہ انداز بیان سید

نیا سچ نئی صورت نئی شان سے کشتی  
 نئی گفتگو مسیری نیا طرز ہیاں میرا

شوق کثرت جب مجھے پیدا ہوا      کیا بتاؤں کیا سے میں کیا کیا ہوا



بڑھا کچھ حد سے ایسا شوق کثرت  
 یہ کس نے کھیل کھیلے غیر و شر کے  
 مجبوریت کو "ناکچھے" نہ سمجھے  
 کہ وہ میں اور ہم صرف یک کلم  
 ہے مسکن عا لم یجد مجرور  
 کہ ان ہوں کون ہوں کشتی میں تھیا ہوں  
 جمایا رنگ کچھ ایسا خودی نے

حضرت خواجہ بہاؤ الدین المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاقی القادری۔

جو کوئی خود کو نہیں دیکھا ہے  
 دیکھ بے پردہ جمال مطلوب  
 وہ ہر اک سمت نہ آگے پیچھے  
 دیکھنے کا جو طریقہ ہے دیکھ  
 رو برو سامنے وہ آکھڑا ہے  
 دیکھ ہے کون ترا دید کشیں  
 بخدا اُس کو نہیں دیکھا ہے  
 بن جا، آئینہ، نہیں دیکھا ہے  
 کبھی مگر بھی نہیں دیکھا ہے  
 وہ ہے بے پردہ، ایں دیکھا ہے  
 آتا جاتا ہے نہیں دیکھا ہے  
 پاس تیرے نہیں دیکھا ہے  
 دیکھ وہ صورت آدم کشتی  
 جو کوئی اُس کو نہیں دیکھا ہے

حضرت خواجہ بہاؤ الدین المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاقی القادری۔

وہ خود موجود ہے اپنے نشان سے  
 میں انکو آتے جاتے دیکھتا ہوں  
 کیسے سے وہ مگر دیم و گماں سے  
 گزر رہے ان کا دل کے درمیان سے



ہوا ہوں جب سے میں پیدا ہوا ہوں کہ حق گویا ہوا میری زباں سے  
 مقام دید حق میرا چلن ہے پر سے ہوں جاوے کون کون سے  
 میرا کفن ہویت میں تھا سکن جو لایا شوق کثرت نے کہاں سے  
 مجھے کاش نہیں شہوہ یہ کشفی !!!  
 جو ان کا نام لیتے ہو زباں سے

جو اک لفظ کون سے میں گویا ہوا ہوں کہ ہونا تھا جیسا میں ویسا ہوا ہوں  
 ہے میری انجی ذات میری میں کثرت میں بندہ کہا ہوا ہوں  
 سکونت میری دیدہ دو جہاں میں مگر سب کی نظروں میں پھرتا ہوا ہوں  
 جو بے صورتی سے میں صورت کہا یا میں اپنی ہی بکائی سے دو ہوا ہوں  
 ترقی، تنزل، مراتب میں میرے کہیں کچھ ہوا ہوں، کچھ ہوا ہوں  
 مشکل نفی بلندین کے پھوٹا ہے ہیں وجہ اثبات دریا ہوا ہوں  
 ہر اک روپے قیمت نیا روپ میرا میں ظاہر ہوں، کچھ چھپایا ہوا ہوں  
 یہ دیدہ و دانستہ نادیدگی کا  
 میں کشفی نظر میں سما ہوا ہوں

میں کیا تھا کیا ہوں کیا سے کیا ہوا ہوں کہ شریکین آرا ہوا ہوں  
 نہ جو چھوڑے حسب نسب کو میں تشبیہ اپنی تنزیہ کا ہوا ہوں  
 بہ رنگ آئینہ کثرت سے میری میں خود کو دیکھنے پیدا ہوا ہوں

کھلاڑی ہوں کھلونا میرا، آدم کبھی کھسیلا بھی توڑا ہوا ہوں  
 دلیل شکل آدم مسیری صورت ہر صورت میں اپنا سا ہوا ہوں  
 نہ تھا جو یاد میری یاد میں ہے جو کچھ تھا یاد وہ بھولا ہوا ہوں  
 حقیقت میں ہوں کشفی نور زادہ  
 بظاہر خاک کا پستلا ہوا ہوں

برائے نام ہوں لیکن نمودِ کثرت ہوں اک عنوان ازل اور با ثمال تختِ وحدت ہوں  
 کہوں کیا خود کس منظورِ نظر ہوں اپنے ناظر کا ہوں اک مخلوق ظاہر میں مگر خالقِ مقصود ہوں  
 مے تارِ نفس کا ہے اشارہ یہ مجھے ہر دم عدم سمجھتا ہے جو دیکھ رہا ہے شہادت میں  
 ہوں نمودِ دید ہے اٹھوں پہر اک دید کا عالم کہاں اس آں میں و گمان میں سبکِ محبت ہوں  
 وجودِ دم، الزوم حق، ظہورِ جزو نمودِ کل، نزولِ ویرِ حق ہوں حاملِ بارِ امانت ہوں  
 مجھے ہے شیخ کے دیار میں دیارِ حقِ حال بس اب اٹھوں پہر ہوں دید میں غیرِ محبت ہوں  
 نہ مجھ کو حجتِ دنیا ہے نہ کشفی غواہِ حقِ عقبے  
 مجھے ہو قرب اپنے شیخ کا مرہونِ محنت ہوں

ذات اور ذاتِ خود غیریت ہو گئی پھر وہ کثرت میں خودِ عبدیت ہو گئی  
 جب منزل کیا بن گئی صورت میں، خود کا بہت نہا ہی کیا غیریت ہو گئی  
 آئینہ صندراں و شاہدِ یکے! پر تو حسن اک کیفیت ہو گئی  
 سالے وحدت کے یہ روپ اور رنگ ہیں ایک آسمانی ضدِ شخصیت ہو گئی

کفر ہے اک کہے دو کہے شرک ہے  
 دیکھ سوچ اور سمجھ خیریت ہو گئی  
 باخبر ہے نہ وہ خود سے بے خبر  
 جس کو دیدار میں محویت ہو گئی  
 خود کو سمجھے نہ کشتی یہ کسی سمجھے  
 من عرف کو ہے رویت ہو گئی

وہ میرا نور نظر تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 دید میں آنکھوں پر تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 زندگی تھی یہی اک سانس جو اکی میری  
 اس کارگ درگ میں گزر تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 سر پستی میں اسی کی جو مری عمر گئی  
 اس سے میں غیر خبر تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 جسکے ہونے سے یہ ظاہر ہوا ہونا میرا  
 بلبلے میں وہ بحر تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 خود یہ ذات آپ بہ کثرت جو ہوا جلوہ  
 جو بہ رنگ دگر تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 غیرت وحدت و کثرت میں محتاجی ہوا  
 تخم ہی تھا جو شجر تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 آنا جانا نہ بھی اس کا میں کشتی سمجھا  
 جسکے میں زیر اثر تھا مجھے معلوم نہ تھا

بلبلہ آب نہ تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 کب نہ دریا سے جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 آبی سا ہی سمجھا رہا میں اپنے کو  
 ہو بہو شانِ خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 محکو بہر نارِ نفس کا تھا اشارہ ہر دم  
 وہی ہدم جو مرا تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 کبھی دیکھا نہ اُسے اُسے باہر ہو کر  
 خود مرے گھر میں تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 حال و قال ایک ہوا قیدین کو طما  
 ہوا طاہر جو تھا تھا مجھے معلوم نہ تھا

آنکھ دروازہ ہے غلو تکہ دل نور لبصر کون پھر غیر خداتھا مجھے معلوم نہ تھا  
 سانس کی طرح سے کچھ الیاد امہم تھا آنے جانے وہ نکاتھا مجھے معلوم نہ تھا  
 صاحبِ حُسن نہ کو بہان ہی سمجھتا کشتی  
 اسی دھوکہ میں رہا تھا مجھے معلوم نہ تھا

بندہ ناخدا ہے خدا بندہ نما ہے  
 دم زارہ ہوں آدم جو مرانا مولا ہے  
 میں اپنی خموشی سے ہوں خود کو شکم  
 کہتے ہیں خدا جسکو وہ ہے ایک معر  
 جو صورت کثرت سے نہیں آجین آرا  
 گردید کا طالب ہے تو بندہ ہو کسی کا  
 جب دید ہے تیری نظر آگیا تو کیا ہے  
 یہ سدا مشربِ رندانہ ہے کشتی  
 فاعل ہے جو خود آپ سے وہ غیر خدا ہے

پردہ در کچھ اس طرح وہ جلوہ خود کام بخت  
 کیفیت تھی رنگ تھا بادل تھے در جام بخت  
 موت کی ہر روش پر گامزن ہے زندگی  
 انکی ہر آواز خاموشی پیامِ زندگی  
 ان کا ہر رنگ تنزل ایک رازِ ہست و بید  
 حسن کا ہر ذرہ ذرہ نور کا پیغام بخت  
 مست تھی ساری فضا میں فیضِ ساقی عام بخت  
 زندگی کا چلن اک موت کا پیغام بخت  
 ان کا ہر تحریک کن انداز اک الہام بخت  
 انکی ہر جنبش کا حاصل عالمِ اجسام بخت



فریبِ بنودی کیسا نہیں عینِ نمود ؟      استعارہ جلوت و خلوت کا استلزام کھتا  
 دل آئینِ ذوقِ دیدہ بیدار میں ،      مایہ دارِ صدی اک سویدا نام کھتا  
 کیا کچھ بھی نہیں ہم صرف ہیں اک اعتبار      تھا جو یہ نام و نمود اپنا ہے نام کھتا  
 نے یہ سب محفلِ جو یوں شمشیر کو      تا سحر شبِ خون پر والوں کا قتل عام کھتا  
 ہر خندِ باہمی کا نام ہے سلبِ ثبوت      آہی اپنا برنگِ صورتِ اوقام کھتا  
 ہر مطلقِ عشق میں کشتیِ بے لفت کا درگاہ      رکھ دیا عشاق نے غم کا محبت نام کھتا

... حضرت خواجہ عبدالعزیز المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاقی قادری ۔

تری ہی یاد ہمارا ہے زندگی کیلئے      ترا خیال ہے کافی مری خوشی کیلئے  
 ہمارے جلوتِ دیدار کے لئے آنکھیں      ہمارے دل بھی اگر اسکی بندگی کیلئے  
 کسی کا نقشِ قدم آگیا ہے دیرِ جہیں      جو یوں سحر و تڑپتے ہیں بندگی کیلئے  
 کیا ہر ایک نے انکارِ تمہل کے لینے سے      وہ بوجھ میں نے اٹھایا تری خوشی کیلئے  
 سیکو کو ساغر و مینا کو جام کو ہے سلام      تصدیق کا اک بس ہے تیرا ہی کیلئے  
 وچور آدمی ہمارے کا اک کھلونا ہے      کسی نے کھیل یہ کیلئے لگی کیلئے  
 کچھ ایسے گزرتے ہیں دامِ فریبِ جہیں      کوئی ہمارے لئے ہے غم کسی کیلئے  
 دیا وہ حضرتِ انساں کو دردِ دل کشتی  
 کیا وہ خلقِ فتنہ شوق کو بندگی کیلئے

مجھے ہوئے ازل سے ہیں وہ ازلوں مجھے      گویا ہیں خود ہی دیکھتے ہیں منہ میں زباں مجھے

تھاکرٹ اک فریب نظر اور کچھ نہیں  
 رجوت جو کی ہے میں نے جب اپنے خیال کی  
 بیگانہ سا ہوا ہوں میں خود اپنے آپ کو  
 رنگ مجاز پر ہے زلمے کا استبار  
 جب اپنی منزلوں کی حدیں سے گزر گیا  
 یعنی فروغ جذبہ ذوق عروج سے  
 کچھ اس طرح میں بڑھ گیا حد تقبیر سے  
 سمجھے تو کوئی کشتی برباد کیا سمجھ سکے  
 اپنا وہ ہے رہے ہیں پتہ لامکاں مجھے

مرا گناں مجھی سے کیا بدگماں مجھے  
 ملنے لگے ہیں اپنے میں ان کے نشان مجھے  
 پہنچا دیا تصور رنگیں کہاں ! مجھے  
 تصویر جزو و مدیہ بہ ہمارے دھڑاں مجھے  
 منزل ملی ہے کارواں درکارواں مجھے  
 دیکھی ہیں منزلوں نے سیر کارواں مجھے  
 میرا مکاں ہے نظر دل میں غم دلا مکاں مجھے

آپ ہی اپنی نظر میں میں تماشہ ہو گیا  
 غم گداز دل بنا اور سوز زخم ہو گیا  
 وہ کچھ ایسے میری نظر نہیں تماشہ ہو گیا  
 خلوت اخلاص سے وہ کچھ اس طرح اکٹھے ہو گیا  
 اشتیاق ذوق میں جب سے آگے بڑھا  
 صرف اک میرا تنہا ہے ظہور کائنات ہو گیا  
 جذبہ احساس ذوق عشق ہے میرا نور ہو گیا  
 شاہد اسرار فطرت جلوہ حسن ازل ہو گیا  
 نور نور تازہ بہ تازہ میری تعمیر حیات ہو گیا

یاد کی صورت کا مجھ کو مجھ پر دھوکا ہو گیا  
 یوں رہا بے غم نہاں غم سے آرا ہو گیا  
 میں دو عالم کی طرح ہوں میں تماشہ ہو گیا  
 جو تجلی رہے ہر اک ذرہ ذرہ ہو گیا  
 مجھ کو ہر اک کام پر منزل کا دھوکا ہو گیا  
 مرا ہر اک شاہد پیکر ارادہ ہو گیا  
 رشتہ مجموعہ اصنافِ راد پر ہو گیا  
 کل ایوانِ تجلی اک سید ہو گیا  
 ہو رہی ہے اب غم جاناں ہمارا ہو گیا

بادہ سرد سے ہے لبریز میناے سخن  
جذبہ ہنگام مستی نطق آرا ہو گیا  
دیکھتا ہوں خود کو میں کشنی وہ آتے ہیں نظر  
کچھ پستہ عطا نہیں میرا کہ میں کیا ہو گیا

اے ترکانہ اے بے مستانی !  
یک عنوان صوم یک سرخی دیر  
ہم اپنی زندگی سے کھیل کھیلے  
ردائے اوڑھے وہ کچھ یوں  
تمہارے عشق میں کیا ندامت  
تھے سب انکار پر اقرار پر ہم  
تجھ پر فسون آبر و جلالی  
تمہارے خیر کی اک شکر ڈالی  
تمہارے زلف کی ناگن جو پالی  
کہ جیسے چاند کو بدلی چھپالی  
ہیں اک تجھے جو اپنے سر اٹھالی  
تمہاری بات کس طرح نبھالی  
محفل شریک دور کشنی  
رہے منہ سے لگا کر جام خالی

غش ہوں، اس پر غشی نہیں ہوتی  
بے خودی، بخود ہی نہیں ہوتی  
بے من و تو، نگاہ کا دھوکا  
انہیں حائل خودی نہیں ہوتی  
نفعی، اثبات کا ہے شغل ایسا  
یہ اگر وقت حسن و عشق نہ ہو  
کفن و ایماں میں کشکش کیونچ  
جس کو مل جائے وہ مقدر سے  
بے خودی، بخود ہی نہیں ہوتی  
بخدا یہ دوی نہیں ہوتی  
انہیں حائل خودی نہیں ہوتی  
زندگی، زندگی نہیں ہوتی  
کیا کہیں یکسوئی نہیں ہوتی  
اس کو کیا کس خوشی نہیں ہوتی

اُن کے دیدار میں بھی اے کشتی  
سیرتھی کبھی نہیں ہوتی

کچھ ایسا بے نیاز مدعا ہوں      جو اک آزاد دستور و مفاہوں  
نہ لوجھو و سوت پروانہ میری      تخیل کی حدوں سے ماورا ہوں  
پس تو شمع سا ہوں میں گریزاں      مصاف زندگی طے کر رہا ہوں  
مری فطرت ہے جو یائے محبت      رفق غم دل درداشنا ہوں  
مری کیفیت طوفاں طلب ہے      بظاہر ایک آلی علیبد ہوں  
میں ہر اک کاروان زندگی کو      جو اک جنبش نہاناگ درا ہوں  
نہ ہے پردہ نہ بے پردہ کسی سے      قید و بند سے بالکل جدا ہوں  
ہے جس کی جستجو میں شانِ حیرت      وہ مشت خاک جنس بے بہا ہوں  
بنایا حائل رازِ محبت      میں جو اس کی نظر میں بھاگتا ہوں  
میں دم زادہ ہوں اک مٹی کی مورت      نہ لوجھو اس کے آگے اور کیا ہوں

خدا کی میں کہاں وہ بات کشتی  
مرا جو زندگی میں پار رہا ہوں

مری آئندہ ہیں حقیقتیں جو میں گزرا محباز سے      یہ نمود و لود یہ کیفیت جو عیاں ہے طلسم راز سے  
کعبہ میں ہوں آہو ہے نیاز مند کوی اسکو چھوئے      دم زندگی ہے رواں رواں یونہی اکالے و نیاز سے  
نہ مزاج اب نہ تاج ہے نہ شعوباب وہ شعور ہے      نہ بے عیب کمال کیفیت کا طور عالم راز سے



میشی میں وہ دین کی منکر پائی ہوئی تھی  
 میں گزریا ہوں کھڑے ہوئے یا انڈاز  
 ملازم سے وہ آئے جسے کہے عام تھاں کو نما  
 جو تہذیب سے متکرمج و عیالک ہو وہ ان سے  
 ترے ایک دیکر بھاگے تھے جیسے شعلہ  
 ہے ٹھوڑے طوطے دو جہاں سے ایک جگہ ملائے  
 تو دیر چھپتی یہ تیری جوڑی اک خالص راز کن  
 یہ میرا ایک حقیقت غیر جو یہاں ہے شان عیاں

کہو الہی — بھائی میرا دنیا میں ہی  
 کیا گھٹی ہوئی ہے بغیر انسانی میری  
 یہ حسرت ہے کہ تیری محبت کی بدولت  
 جو رنگ پہ آئے ہیں رومانی میری  
 کہتا ہے کوئی دہندہ کہتا ہے کوئی کچھ  
 تیری محبت میں مرا غزلو یا میری  
 دامن میں لکھا لیجئے تم سے انصاف  
 پرکاری کھیری ہیں سیاہ کا میا میری  
 جسے کہتے تیری غلامی کا شرف ہے  
 کام آئیں آخر سے نکالو میا میری  
 آخر سے کام لگتے تیرے ترے در  
 جھٹکتے ہوئے ہم ہیں پر پرانہ مال میری  
 کرتا ہی تین تین خوش کامیاں میری

خود ہی میں نفسِ شمشک کا ملے  
 گئے کرتے ان کا واس تھا ملے  
 توڑے یہ بند تیری شبِ حجاب  
 بے تحلف آئے ان سے جام لے  
 ان سے ہم غفلت تو ہو رہا بخشن  
 دل کے ہر گوشہ سے اک الہام لے  
 دیکھ اس کا جلوہ آگھیں سب کد  
 وہ دہاں سے لپٹے سے کام لے

اُن کے دیوار میں بھی لے کشتی  
 سے چھتری بھی نہیں ہوتی

کچھ الہا — بے نیاز مدعا ہوں  
 چاک آواز و تصور و فہم ہوں  
 نہ تو پتھر و دست — پتھر میری  
 تخیل کی صدوں سے مادہ ہوں  
 پس تو شمع سا ہوں میں گریزان  
 صلوات زندگی کے کھڑکے ہوں  
 مری فطرت ہے بوائے محبت  
 فرق غم دل و درداشت ہوں  
 مری کیفیت — طوفاںِ طلیعی  
 بظاہر کیے — آبی سب لب ہوں  
 میں ایک کا دلانی زندگی کو :  
 جو اک حینشِ ظالمک در ہوں  
 ہے جس کی جستجو میں شانِ محبت  
 قریب دہندے بالکل ہوں  
 بنایا حائل رازِ محبت  
 وہ مشت خاکِ محبت ہے ہوا ہوں  
 میں جو اس کی نظر میں چھایا ہوں  
 میں دم زادہ ہوں اک ٹپ کی تیر  
 نہ تو پتھر اس کے آگے اور کیا ہوں  
 عدائی میں کہاں وہاں شمع  
 مرا جو زندگی میں پار ہوں

میری آواز میں تیرے گونے میں محبت  
 یہ نور و نور کی کیفیت ہو گیا ہے طلسم لائے  
 کبھی بند ہو جائے اس سے نازندہ طالع کو بھٹکے  
 دمر زندگی ہے وہاں وہاں لپٹی لپٹی  
 نہ مری اب وہ طالع ہے نہ شعلہ اب وہ شعلہ ہے  
 بنے تجھ سب اگر کہنے کا طور عالم راز ہے

ہاتھ میں ساتی کے ہو اک اپنا ہاتھ  
 سامنے ہے وہ سخن گوئے الست  
 اپنی ہر منزل سے منزل نہ دیکھ  
 دیکھ حق حق جان حق کبر حق کچھ  
 سیر طلوت میں رہ رنگا رنگیاں  
 سنگس آسان اس کی کیوں ہوں  
 اٹھ گئیں قیدی تو باقی کسب ربا  
 کون کہہ کر اپنے سر الزام لے  
 وقت کو کشفی نہ کریوں رائیگاں  
 وقت ہے اور وقت سے کچھ کام لے

روشنہ کو ترے باب حرم دیکھ رہی ہیں  
 ہر انس سے ہم تجھ کو ہم دیکھ رہے ہیں  
 یہ دین، یہ انداز کرم دیکھ رہے ہیں  
 ہم و ابوں ممکن کو قدم دیکھ رہے ہیں  
 ہر شے کو نہ کیوں بھینکے غمات الہی  
 سودا ترے جلوں کا ہوا جب نظر کو  
 اثبات عروج اپنی یہ بالغ نظری کا  
 حرب اچھٹ گئے اکوان تو کون اپنے پستے  
 جو فانی از خود ہے وہی باقی بچ رہے  
 کو چہ کو ترے لشک ارم دیکھ رہے ہیں  
 موجود کو ہم تم سے ارم دیکھ رہے ہیں  
 یہ حسن عطا و جاہ و چشم دیکھ رہے ہیں  
 اک شان کو ہر شان سے ہم دیکھ رہے ہیں  
 جب تیرے مضامین قلم دیکھ رہے ہیں  
 ہر کتب تیری قسم دیکھ رہے ہیں  
 جو دیر میں بھی شان حرم دیکھ رہے ہیں  
 اک خانہ نشیں نور قدم دیکھ رہے ہیں  
 ہر قطرے کو ہم بحر میں غم دیکھ رہے ہیں

ہم کلم جو اک بخوردی شوق سفسہ  
 پر دور میں، منزل پر قدم دیکھ رہے ہیں  
 مانا کہ اگر ہم میں خطاؤں سے مرکب  
 اب شرم میں تجھے خیر سے کم دیکھ رہے ہیں  
 تو برتر و استی ہے تو ہم کمتر و سفیل  
 ہم حسین توازن کو ہم دیکھ رہے ہیں  
 ان گنت گناہیں ہیں تیری دن یہ فصل  
 ہم میں کتری نظم بر کرم دیکھ رہے ہیں  
 کام آہی گئی اپنی جہیں ستانی کبھی شقی  
 ہر عجب سے کو تم سے جرم دیکھ رہے ہیں

جس کو جامع صفات کہتے ہیں  
 اس کو ہم اسم ذات کہتے ہیں  
 اعتبارات عارضی ہیں یہ  
 جنکو اظہار ذات کہتے ہیں  
 پر تو حسن کی محسلی ہے  
 جس کو ہم کائنات کہتے ہیں  
 غیب کے علم سے ہے جو مومن  
 اس کو الہام ذات کہتے ہیں  
 صرف ان واردات قلبی کو  
 اور کیا! وسوسات کہتے ہیں  
 انقلابی درود ہیں سارے  
 ہم جسے واقعات کہتے ہیں  
 جو مناجات دل سے ہوتی ہے  
 حال صد براست کہتے ہیں  
 شمع کی خاموشی ہے گویا موت  
 روشنی کو حیات کہتے ہیں  
 زلیت گویا ہے ایک مہج بہار  
 بولے بے ثبات کہتے ہیں  
 باخبر ہے انہیں کی بے خبری  
 ہونے والی جو بات کہتے ہیں

ہم ظہورات ذات کو کشفی  
 بالیقین مکات کہتے ہیں

میں اک چرلِ غمِ سخنِ حسنِ یار ہوں      بحرِ تجلیا سے میں ہمکنار ہوں  
 کچھ چھا گیا ہوں ایسا میں دلوں جہانِ      وہ آستانِ حسن کی موج پہنچا ہوں  
 جنت کہ ہے دل تو طبیعتِ جوں پسند      میں رازِ حسن و عشق کا آئینہ دار ہوں  
 اک میرے سوز سے دلِ رحمت ہے قرار      ہنگامہ آفریںِ دل بے اختیار ہوں  
 رکھتا ہوں میں وہ حوصلہ فطرتِ بلند      جو اک ازلِ شناس وہ مستِ غبار ہوں  
 کشتیِ تخیلات کے چہنمے ابلے گئے  
 فضلِ ترے کرم سے میں بادِ خوار ہوں

عطا ہوا بھجے بھی احمدِ محنتِ سقا      امیرِ مومنین صدق اکبر کا صدقہ  
 مٹا کر کھنکھ کر دے جو ہر اکالِ دال      عمر فاروقِ اعظم قاتلِ کفر کا صدقہ  
 عطا ہو دولتِ عقیلی کہ کھلا دل غنی ہو      کہ عثمانِ غنی اسلام کے سردار کا صدقہ  
 بلا کر بادۂ الفت بنا لے اپنا متوالا      شہنشاہِ ولایت حسدِ کرار کا صدقہ  
 طفیلِ خچین تو کر دے الی دیدِ محو بھی      محمد مصطفیٰ کے سحرِ عطا دیدار کا صدقہ  
 طفیلِ مہمل و سرور کے دلدادہ کیوں لا      شہنشاہِ غوثِ اعظم کی بڑی بڑی بکری کا صدقہ  
 ترا کشتیِ تجھی سے مانگتا ہے سیدِ انفس  
 ترا صدقہ ترے گھر کا ترے دیدار کا صدقہ



گھل باغِ نبوت غوثِ اعظمؐ      کلیدِ گنجِ وحدت غوثِ اعظمؐ  
 یہ رنگ اور ڈھنگ سارا ہے نبی کا      زائے کو ہے ہیرت غوثِ اعظمؐ  
 ہو تم مجھ کو سب سبھاں یا محمدؐ      ہے آخر کیا حقیقت غوثِ اعظمؐ  
 ستارہ لوح پر مسیحا نہ کیوں ہو      مری تقدیر قسمت غوثِ اعظمؐ  
 ہو کھٹکا کیوں اُسے وزنِ عمل کا      ہے جس کو تم سے نسبت غوثِ اعظمؐ  
 ازل ہی سے تمہارا ہوں تمہارا      تمہیں سے ہے ذات غوثِ اعظمؐ  
 مری دنیا، مرا عقیقی یہی ہے      تمہاری اک محبت غوثِ اعظمؐ  
 کہوں کس منہ سے ہوں شیدا تمہارا      مگر تم سے ہے الفت غوثِ اعظمؐ  
 "اتارا" اپنی کچھ محبوبیت کا  
 ہو کشتی کو غایت غوثِ اعظمؐ

حضرت خواجہ عبدالوہید المعروف ابولیان سبانی شاہ بیابانی رفاقی قادری۔

سر میں سودا ہے غوثِ اعظمؐ کا ،      دل بھی شیدا ہے غوثِ اعظمؐ کا  
 رونقِ بزمِ حضرتِ وحدت      یہ سراپا ہے ، غوثِ اعظمؐ کا  
 جلوہٴ نورِ ذاتِ سبحانیؐ      ترس بہ کیا ہے غوثِ اعظمؐ کا  
 یہ خدا کی قسم محبتِ محمدؐ میں      ایک پردہ ہے غوثِ اعظمؐ کا  
 میں بہا ہوں میں جن کے نگردوں پر      وہ "اتارا" ہے غوثِ اعظمؐ کا  
 ہم گنہگار بے وسیلوں کا !      اک وسیلہ ہے غوثِ اعظمؐ کا

بے سہارا نہیں ہوں میں کشتی  
 جو سہارا ہے غوثِ اعظمؐ کا

نسبتِ غوثِ اعظم کمالے بیٹھے ہیں      زینتِ زندگانی بنائے بیٹھے ہیں  
 غوثِ اعظم سے ہم لوگ بیٹھے ہیں      لاکھ دولت کی دولت کمالے بیٹھے ہیں  
 اُن کے جلوے کچھ ایسے ہیں ننھنوں      دل کو ہم طور سینا بنائے بیٹھے ہیں  
 ہذا قدی پھر بیکار ہو جائے      منتظر ہم کبھی سر کو تھکائے بیٹھے ہیں  
 نامِ جن کا ہے محبوبِ سبجانی      بازیِ عشقِ ان سے کمالے بیٹھے ہیں  
 صفتِ عشاقِ محبوبِ سبجانی میں      قادری جوگ ہم کمالے بیٹھے ہیں  
 ڈھلتے ہیں اولیاءِ حق کی نظر دل سے  
 اُن کو نظروں میں کشنی جھپٹے بیٹھے ہیں

تمنا یہ ہے مختصر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ      بلا لہجے اپنے نگر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ  
 جدِ صہب میں محمد اہم غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ      خدا بھی ادھر ہے جدِ صہب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ  
 وہی سرِ فرو ہو گا دونوں جہانوں      ہو جس پر تمہاری نظر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ  
 کچھ ایسی نظر سے آنے مجھ پر ڈالی      ہے دنیا کی مجھ پر نظر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ  
 میں بنداد اگر دینے نہ تھوڑوں      ہے بس آرزو اس قدر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ  
 بہر حال میں کر کے دیکھو جدِ صہب بھی      وہیں آپ پیشِ نظر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ  
 بس اک ایک لے لیا ہے سہارا  
 یہ کشنی بے بالِ دپر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

ہے کیا غوثِ اعظم کا نام اللہ اللہ      ہے اُن پر خدا کا سلام اللہ اللہ

وہ محبوب ہیں لاکھوں امّہ امّہ  
 نبی کے ہیں قائم مقام امّہ امّہ  
 وظیفہ مرانج و شام امّہ امّہ  
 قدم جن کے ہیں دوش بر اولیہ کے  
 نبوت بھی گھر کی ولایت بھی گھر کی  
 سمجھتی ہے دنیا جسے اسم اعظم  
 تہیں جس نے چاہا خدا اس کو چاہا  
 بیایا کیا ہوا ان کا مقام امّہ امّہ  
 ہیں ولیوں کے وہ پیش امام امّہ امّہ  
 کہ ہو غوث اعظم کا نام امّہ امّہ  
 یہ وہ فردِ ذی جلال امّہ امّہ  
 نبی کے ہیں "نحوۂ عام" امّہ امّہ  
 وہی اکبر تمہارا ہے نام امّہ امّہ  
 تمہارا یہ فیضانِ عام اللہ اللہ  
 نبی کے ہیں زیرِ قدم دوش جن کے  
 ہیں کشتیِ انہیں کا سلام امّہ امّہ

چراغِ طور ہے شمعِ مزارِ سید افضل  
 تجلیات کی دنیا میری آنکھوں میں روشن ہے  
 الماعتِ اعلیٰ ہے رہبرِ راہِ فنا فی اللہ  
 یہ ایسے فانی از خود ہے باقی حق ہو کر  
 وزیرِ غوثِ اعظم خضرِ عرفاں پر لائمان  
 قطبِ دو جہاں مسندِ شینِ عالم کن ہیں  
 نبی کی آل ہے اولاد ہے شاہِ طایف  
 مقدس اس کے مراد کے نصیب ہے یا جن  
 یہ نورِ سیدِ افضل بھی کیسا نور ہے یا لا  
 کہ پر الوار ہے کیا رکھدارِ سید افضل  
 مراد ہے مدامِ جلوہ بارِ سید افضل  
 یہ قربِ خدا ہے رکھدارِ سید افضل  
 بیایا کیا کہے کوئی مویہ سید افضل  
 ولیِ امّہ میں علی نقارِ سید افضل  
 یہ شانِ ارقّ اقدارِ سید افضل  
 ہاں کیا ہر عروج و انوارِ سید افضل  
 رہے کھڑے پیر میں علی سید افضل  
 ہر کچھ انور ہے بادِ غارِ سید افضل

یہ باب فیض ہے اور درگاہ الٰہی عرفان کیوں قبل نما ہو جلوہ زار سید فیض  
 فنا کے بعد بھی کشفی ہماری خاک کے ذریعے  
 رہیں گے نور بن کر یادگار سید الفضل

## تضمین برغزل جامی

گدا ہم، مفلسا تم، بیکنا تم یا رسول اللہ بصدہ رنجیہ دل غمہا ستارم یا رسول اللہ  
 کہ ذات تو وسیلہ خیرندارم یا رسول اللہ خدا را رحم کن بر حالِ زارم یا رسول اللہ  
 مضیم، ناتوانم، دیغا روم یا رسول اللہ کہ اک شفته دل بر کشته لحم سخت جہنم  
 خرابات جہاں خانہ خراہم اک تباہ کارم بدہ دست پیام اللہ یا رحمت عالم  
 غرق بحر عصیاں بیکنا روم یا رسول اللہ کہ لے وچہ مسلم نور مطلق ذات اجمالی  
 کہ کردم عمر خود ضائع شدہ وقت بدعالمی یہ محشر حوں دو عالم او پیش منقرعی  
 زاعملے کہ دارم شہسارم یا رسول اللہ  
 منم بر کز خود صورت پر کار قصا لکم باین راز نہاں دانہ منم کہ من دانم  
 نیم من دگریم او دگریم منم او جانم خوشا ختم کر می نازم بہ غواز کہ من دارم  
 غلام بارگاہم جاں نثارم یا رسول اللہ





لامت می کنند خلق که من بر داری قسم

بر غزل حضرت شیخ عظیم فضل انسانی قدس سره

آپ اگر لوی دریں گے بیگانے حال کیا ہوگا اور کس جانے  
کیا کرے گایہ غم غم را جانے عاشق تست سخت حیرانے  
از درہ لطف ساز و سامانے

میر سزا لول میں ہے کہاں وہ اثر نقش بن جاننگے ترے دل پر  
بے خبر لے بھی تو میری خبر لے شہ افضلم بیا بگسہ  
تا چھاں بودہ ام پریشانی

کیا نہیں ہیں کہو تمہا سے ہم، آپ کب تک رہیں گے یوں ہم  
لاج رکھ لے مجھے براہ کرم صد عجزم بے شکرا دارم  
میتلا غم پر جوش غائب لے

آپ ہو جائیں جو مال بہ کرم لاکھ غم ہوں اگر ہوں لاکھ ستم  
کہاں تھے کہتا ہوں میں تمہاری قسم سنگر فضل تو شود مدد  
کشتیم می کردیدہ پایا لے

اپنے کشتی کو تو جو چاہے کر اس کا ہر فیصد بے تیرے  
تو جب اس کا ہے پھر اُسے کیا ڈر افضل خستہ را مراں از درے  
دل دجا غم بہ نسبت رانے

جانان بہ ضبط سوزِ نہاں کہ لہا با  
گر گشتہ دل تپیدہ جگر اضطراب  
نئے صورتِ سکونِ زاک لہو خواب  
فہمیدہ چشمِ شوق تو حالِ خواب  
والستہ زلفِ پر خیم تو چہ و تاب

نوشیم خونِ حسرت و ارمالِ یہ شرب  
تازہ بہ تازہ صد ہجرالِ بہر شرب  
جانانِ بیانی کہ شبِ اسیری بہر شرب  
چشمِ است و اچھ دیدہ انجم بہر شرب  
بیداری خیالِ کسے برد خواب

بر سرِ سبوحِ مشربِ زنداںِ بدروزِ حشر  
ساغرِ بکفتِ بغزشِ مستی بہ لہزِ حشر  
سامانِ حشرِ مردم و استر بہ روزِ حشر  
ساقی ماست ساقی کوثر بہ روزِ حشر  
جنتِ شرابِ خانہ و کوثرِ شراب

فرخندہ ہادیہ قدِ مہذولِ قباۃ ناز  
لے شاہِ حسنِ جانبِ من یک گاہ نا  
مید نیازِ کشتیِ نغمہ بیانیہ باز  
افضلِ یہ دورِ چشمِ حینانِ مست نا  
گردیدہ غمیدہ راحتِ ما اضطراب

فتنہ آشوبِ نازِ ترکان  
چشمِ میگوں اک آفتِ جان  
زلفِ بدوشِ حشرِ سامان  
عاشقِ آتست سختِ حیران  
از رہِ لطفِ سازد سامان

چندانالِ لے من بے اثر  
لطفِ باشد تو مہربان  
بندہ پرورہ کریمِ نظیر  
لے مہ افصامِ بیابان  
تا چہاں بودہ ام پریشان

تا به کجای سوز با رخ عالم  
بت بے پیر تا کجای برسم  
مبتدا کنم بر جوش انان

در دل لاله فرصت کیم  
مهر بانی شود بی طفت و کرم  
غم نو، روز نو به نوشیدم  
لنگر فیض تو کند مدم

کشتی می رسد پایان  
کشتی آن سفلی تو اعلی تر  
که مکن شرمسار در محشر  
دل و جانم به تست قربان

ضبط ناله لب خموشم سوز غم افشوده ام  
حالت نجیب و مزاج ازده اک دارفته ام  
دل گرفته زخم خموده بار غم آشفته ام  
عشق مخفی داشتم خون ریختم رسوا شدم

قطره بودم آب شستم بعد از آن دریاشدم  
قرب تو در آرد شد کو به گشتم عیبت  
که بندد آب ماهی آب را بتن عیبت  
طفل در آغوش تقاره بهر سو عیبت  
روز و شب که بهر و تنه گریه عیبت

تو بدل بودی بهر جان ترا جویاشدم  
گره گویم مشکل گویم اگر اهل خطب  
غیر بنیم شرک باید آن بگفتم عیب  
پس شهرد و شاه و مستشه و واحد کشفیا  
درس چو آن فصل گرفته در کتاب عیبت  
نقطه را بگزاشتم در قالب و معنی شدم



مگر کنت کنز مخفی است والا تو      فی الحقیقت واقع رہی شہ اسرار تو  
 بالیقین فیضان مطلق راست بگفتا تو      غوث اعظم از ہمہ اغوات برتر جائے تو  
 ازل و جاں بر تو قرباںستیں شہاے تو

اے شمع شمع وحدت اے سر بر سر می      جلو غیب یکتا اے جلال خرمی  
 شان یحییٰ کمال اتہاے برتری      منظر جد تجلیات یزدانی شدی  
 فیض بخش عالم امکان مسیماے تو

پر تو حسن ازل اے میکہ عالی صفا      حامل وجہ مسلم مکہ توحید ذات  
 اقتضای لاناہایت خاصیت و عطا      قادر! قدرت تو داری بر جمیع کائنات  
 عالم امرست در تنظیم از ایکائے تو

مبدۂ فیضان عالم منتہائے ملکوتی      و اتقی ممتاز مطلق فردا ثانی تو ملی  
 بالیقین ہستی تو چرا البشارت آمیزی      با گردان نبی و او تینا چون فرمودہ  
 عقل حیرانست اندر تیرہ والا تو

اے عظیم مثل سطوت لایمان سرکار تو      برتر از وہم و گماں این لوح العجب اسرار تو  
 پانہارہ قدسیان پاسباں دربار تو      اقتدار کن تو داری اذن مطلق کار تو  
 اے قبائے بے شانی راست بر بالا تو

لا تخف فرمودہ شاہنشہ عالی بنا      کشفیا نالال مشورہ شہت ماطرہ  
 بندہ پرور بخشش آمدہ روز جزا      افضل لا برودہ فعل بشارت  
 کافی داریں بودہ مجاہد مادے تو

بیان ہر حال را آشفتہ کن  
بد خدا مویش لب با چشم تر کن  
بہر یک طول را مختص کن  
عبادہ مستزل جانان گزین  
ز حال خستہ جان بہش کن  
بگو شیدائے تو لک دل گرفتہ  
دل و جان کردہ در صرف نال  
تغافل تا بیکے آخر نگاہ  
بگو بہر خدا جسے پس نہ رہا  
ز دوستے مکرمت برے نظر کن

رسیدہ جاں بلب عالم تباہ  
بجہ غم عالم پناہ  
کن ہر روز بر من گاہ گاہ  
شہنشاہِ دو عالم کن آنگاہ  
آمال دل من باہر کن  
بیش او بگو حال دل لار  
بصدق دل تو کتن افسار  
خدا را از کرم کار دگر کن  
مہربانی شود بر کشتہ تو  
سہرا نیست دگر جز درد تو  
گلے بینوائے بندہ تو  
بگو افضل رسیدہ بر در تو  
ز طعن خویش برے اک نظر کن



حضرت خواجہ محمد اویس المعروف ابولیان سجانی شاہ بیانی رفاہی القادری۔

کیا ایک نہیں شاہد و شہود  
کب غیر میں احمد و محمود  
ہے پیش نظر حفظ مراتب شفی  
راہل نہیں عبد سر اہس بود



حضرت خواجہ محمد اویس المعروف ابولیان سجانی شاہ بیانی رفاہی القادری۔

کچھ الپ منہ ہوا کالا خودی کا رہا بھگڑا نہ اثبات و نفی کا  
 رہا ناسوت سے گزرا کچھ الپ رہا اپنا نہ میں ہے گناہی کا  
 ہوا خالی خیال ماسو سے بنا غلوست کہہ دل کی ہوئی کا  
 کچھ اپنی ڈھونڈ میں یوں کھو گیا ہو نشان میرا نہ اب میری خودی کا  
 ہوں بس کا جزو اسی میں مل رہا ہوں جو ہوں اک بلیدہ پانی کے جی کا  
 کہ ہے شانِ خسا انظروں میں کشتی  
 مے لگے ہے اب کیا منہ خودی کا

حضرت خواجہ عبدالودید المعروف ابولیان تھانی شاہ بیابانی رفاقی قادری۔

جو پایا آپ کو خود کو نہ پایا ! وہ کیا جانے گا پیر اپنا پرایا  
 جو دم آدم کے ڈھلچھے میں بھایا تو حسن و عشق کا سیلا رچایا  
 بہ کثرت جب وہ اپنا روپ لبہ بنا وہ شخص اور میں اس کا سایہ  
 مزاج حضرت وحدت ہے کثرت وہ کھینا کھیل جیسا جی میں آیا  
 ہے اتنا یاد خود کو بھول جانا بجز اس کے سمجھ میں کچھ نہ آیا  
 یہ نفس ذات ہو جسے عبادت ہے مشرک رو برو جو اس کو لایا  
 فنا فی الشیخ سے ظاہر ہوا یہ میں حق میں اور حق مجھ میں سمایا  
 نہ سمجھ بات یہ کشتی کسی نے  
 جو اہن دم ہے وہ آدم کہا یا

اب کیا کسی سے کام لے کیا چار غرض  
 نسبت ہے جس سے ہے اسی خود دار سے غرض  
 پایا نہ کوئی پائے گار ستہ جناب کا  
 جب تک رکھے نہ واقعہ اسرار سے غرض  
 اک عبد در ب کی شان کا دم سے ظہور ہے  
 دیکھے وہ خود میں ہے جسے دیدار سے غرض  
 دیکھو جبہ صہر ادھر میں، نخلہ اور طلاء میں ہم  
 تنہائی سے نہ کام نہ بازار سے غرض  
 پانی کی طرح ان میں ہم ایسے گھلے ملتے  
 جب ہم نہیں تو کیا رہی اغیار سے غرض  
 کہتا ہے عین حق تو کوئی اور غیب حق  
 سچی چاہے جو کہے مجھے کیا چار سے غرض  
 اک دور خود پرستی میں کشتی گزر گئی !  
 کام نہ سے کہ ہے اور نہ دیندار سے غرض

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاہی قادری۔

پہلے سیر میں دریا کی رہا کرتے ہیں  
 چھوٹ کر واصل دریا وہ ہوا کرتے ہیں  
 نظر آتے نہیں پرہیز تو وہی دیدہ لیش  
 اور پھر آنکھ چراتے ہیں جبا کرتے ہیں  
 شخص تم عکس ہوں میں جان تو تم جسم نہیں  
 غیر کھر کون ہے جو پردہ کسپا کرتے ہیں  
 آپ کی راہ گزر میں ہم ہارا گھر ہے  
 اپنے چہ ہم سایہ سے انجان رہا کرتے ہیں  
 بزم کثرت میں مجھے غمیر گنایا تم نے  
 اپنے والے سے یہ برتاؤ کسپا کرتے ہیں  
 تمہارے جب سے مجھے میرا تہ کچھ نہ ملا  
 ناہمچہ ڈھونڈ میں دن رات رہا کرتے ہیں  
 شخص اور عکس میں نیت الی ہے کشتی !  
 اس طرح ہم میں وہ ہم ان میں رہا کرتے ہیں



کمل کھنن جب اودھیرے ہیں      بیری نجر وا کے لائے مرے ہیں  
 روپ مرد پ سدر من موہن      چتر گنتوا لاج بھرے ہیں  
 نزل چتون دھیت لست گروا      کالی گھیلین کاندھے دھرے ہیں  
 نت نہی پھبون رنگ رنگیلے      یمن اہل برے بھاگ بھرے ہیں  
 رہا بروگی بھگت کشفی جی      سائن دولہن آن پڑے ہیں

★

لہذا دے کے ہاشی عرب کے کنور مہراج ہو تم کل راہن میں —  
 بڑی مد بھری اکھیاں لال سکھی ہے تارہ نظر بقیہ میں  
 ہر روپ میں ہو تم ہر کی صفت درجہ کے گرد کھلاوت ہو  
 تم عبد بھو رب شان میں اکھ در ہے کہت قرآن میں  
 تم شکل محراب شان علی حد زہر حسین الحسنی !  
 سادات سراپا بختی لولاکت ہے تری شان میں  
 سرکار و سل تعارف نانوہی — دار بھو تم وین کے  
 گھر تم سے شفاعت ڈول رہی تم مہر ولایت تارن میں  
 بھری پاپ گھر باسیں دھرن لہذا نگر کے رام ہری  
 اب تھارو کرم کی آس لگی ہو جاے کرم اک آن میں  
 میں جنم جنم کی ہوئی پاپن کٹی پاپ میں مہی گری عمر  
 رکھ لاج سکے کی شرم لگی کشفی کو چھپا دامن میں

تابِ بینائی پڑھی جاتی ہے      لیکن تجدید ہوئی جاتی ہے  
یوں دے پاؤں نظر بھی کشفی      اُن کو چھو چھو کے چلی آتی ہے

آمد شد کا جو اک لاز ہے وہ افسر ہے      اپنے ہر دور میں یوں دورِ فانی افسر ہے  
حالی ہوا حقیقت سے کہا یوں کشفی      بدہ افسر نہیں اور نہ غیر افسر ہے

ہرگز امکاں حجابِ بستی      ہنگامِ خموشی ہے رہا بستی  
اک پرورِ نگیں ہے کسی کا کشفی      اک کیفیتِ سن ہے شابِ بستی

خود میں رہ کر بھی میرے شہساز گزر جاتا ہوں      اپنی ٹھونڈ میں لوں آکر پوجا جاتا ہوں  
باتِ بابتِ کشفی وہ حقیقت یہ مجاز      وہ شہر متے ہیں جو کہنے کو میں شرماتا ہوں

ہر رنگِ تعلیمی نیلے پانی ہے وجود اور وسعتِ فطرت ہے ہر گونہ مولود  
ہے ہر اک اسمائی تاثرِ کشفی جس سے کہ موشہ ہے ہر اک حالِ شہود

اک مرتبہ ثانی کو کہتے ہیں وجود اور رنگِ ثلاثہ ہوا اثباتِ شہود  
کشفی پسندِ دل ہیں وجوبِ ذاتی اور کچھ بھی نہیں ہیں تو بھی بے نام و نمود

کیا حضرت انسان نہیں مظهرِ ذات کیا شانِ حقیقت نہیں کیفیات  
اوی نسخہ اللہ نہیں ہے کشفی بر ملا ایک جسم میں حق کے آیات

کہتے ہیں جسے روح وہ صورت میں نہیں کون کیوں کیا ہوں میں کہوں کیا کشفی  
ہر حال کی اک حالِ حقیقت میں ہوں وہ قادرِ مطلق یہ قدرت میں ہوں

